تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۳۰ | ۱۰ دسمبر ۱۹۹۲ء مطابق ۱۴ جمادی الثانی ۱۴۱۳ھ | شمارہ ۳

اداریہ

شمس الحق ندوی

اس آگ کو بجھایئے!

اس وقت ہمارے ملک میں نفرت کی ایک آگ لگی ہوئی ہے، لیکن کوئی اس کو بجھانے کے لیے نہیں دوڑتا، دوڑنا تو الگ رہا بجھانے کی آواز بھی نہیں لگاتا، اپنے ذاتی مفاد کے لیے تکلیف جھیلنے والے اور اپنے اوپر نیند حرام کرنے والے موجود ہیں، لیکن کوئی ایسا نہیں جو ملک کی موجودہ صورت حال پر دکھ محسوس کرے اس کے بدلنے کے لیے دو قدم چلے دو چار لوگوں سے ملے اور کہے کہ بھائیو! آگ کے یہ شعلے اگر بجھائے نہ گئے اور ان آگ لگانے والوں کا ہاتھ نہ پکڑا گیا تو اس آگ کے شعلے ہمارے تمہارے گھروں کو بھی جلا دیں گے یہ بھڑکتے ہوئے شعلے اور سلگتا ہوا دھواں اور ان کے بیچ آہوں اور کراہوں کی دردناک آوازیں پورے ملک کو تباہ کر دیں گی۔

گاندھی جی اس حقیقت کو خوب سمجھتے تھے کہ یہ فرقہ وارانہ منافرت، تشدد اور جارحیت، پہلے ملک کے دو اہم عنصروں (ہندو مسلم فرقوں) کے درمیان اپنا کام کرے گی، پھر یہی ذیلی مذہبی اختلافات، طبقات اور برادریوں کی صف آرائی اور نسلی لسانی، صوبائی، علاقائی تعصبات کی شکل میں ظاہر ہوگی، اور جب یہ کام بھی ختم ہو جائے گا، تو وہ آگ کی طرح (جب اس کو ایندھن نہ ملے تو اپنے کو کھانے لگتی ہے) ملک کو اور امن پسند شہریوں کو اپنا لقمہ بنائے گی، اور یہ ملک تباہ ہو کر رہ جائے گا۔

اس وقت کا سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ ملک کے پڑھے لکھے اور سمجھدار لوگ بلا امتیاز مذہب و ملت اس آگ کو بجھانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں جو کسی وقت پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی آگ ہے، پھر وہ امیر و غریب، چھوٹے بڑے شریف و رذیل میں فرق نہیں کرتی سب کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ پورے کا پورا ملک دیوانہ اور پاگل ہو گیا ہے ملک میں اکثریت انسانیت دوست اور مل جل کر محبت کے ساتھ رہنے والے لوگوں کی ہے، اور یہ برسہا برس سے ایک ساتھ مل جل کر رہتے چلے آئے ہیں ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک رہتے آئے ہیں اور اب بھی شریک رہتے ہیں۔ اگر ان کو انسانیت کا سبق پڑھایا جائے اور انھیں بتایا جائے کہ کچھ مفاد پرست لوگ جو آگ و خون سے کھیلنے کا طوفان اٹھا رہے ہیں وہ نہ ہندو ہیں نہ مسلمان، وہ اپنے مفاد کے غلام ہیں اپنے مفاد کے لیے وہ پورے ملک کو، ملک کی پوری آبادی کو خطرہ میں ڈال رہے ہیں اور لوگوں پر نیند حرام کیے دے رہے ہیں۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ پڑھے لکھے لوگ جن کو انسانیت سے پیار ہے وہ انسانیت سے پیار رکھنے والے ان بھائیوں تک اپنی آواز پہنچائیں جو مفاد پرستوں کے اشتعال انگیز نعروں کا شکار ہو جاتے ہیں، اور ان نعروں میں اپنی انسانیت دوستی، شرافت و محبت اور بھائی چارگی کے سبق کو بھول جاتے ہیں۔ یہ کتنی خطرناک بات ہے کہ ملک کو تباہ کرنے والی آوازیں تو گونجتی رہیں لیکن ملک کو بچانے اور لوگوں کو درس محبت دینے کا جذبہ رکھنے والے لوگ خاموش بیٹھے رہیں۔ انسان بہرحال انسان ہے وہ جانور نہیں ہے اس میں جذبات محبت فطری طور پر ودیعت کیے گئے ہیں وہ انسان ہیں خواہ وہ کسی بھی قوم و مذہب سے تعلق رکھتے ہوں انسانوں سے محبت ان کے خمیر میں داخل ہے، اس محبت کو جگایا جائے تو جاگ جائے گی مگر کوئی جگانے کے لیے کھڑا تو ہو، سننے اور ماننے والے ابھی موجود ہیں، ابھی ان کی فطرت مسخ نہیں ہوئی ہے۔ ہاں اس کو مسخ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور اس کے اثرات ظاہر ہو رہے ہیں لہٰذا قبل اس کے کہ پانی سر سے اونچا ہو اور پورے ملک کا مزاج بدل جائے کچھ اہل کار کو میدان میں آنا چاہیے اور پیام انسانیت کو عام کرنے کا بیڑا اٹھانا چاہیے۔ ابھی ہمارے ملک کی محفل درد آشناؤں سے خالی نہیں ہوئی ہے قبل اس کے کچھ پاگل و دیوانے ملک کی محفل کو درد آشناؤں سے خالی کر دیں اس درد کو باقی رکھنے بلکہ اس کو عام کرنے کا کام شروع کر دینا چاہیے کہ مبادا یہ انسانوں کی بستی خونخوار درندوں کی بستی میں تبدیل ہو جائے۔

سرپرست

مولانا معین اللہ ندوی

نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ادارۂ تحریر

شمس الحق ندوی

محمود الازہار ندوی

مشاورت

مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا سلمان حسینی ندوی

مولانا محمد خالد ندوی — مولانا عبد اللہ حسنی ندوی

مولانا محمد رضوان ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید

خط و کتابت و منی آرڈر کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر 93

ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)

زر تعاون ملکی

سالانہ — پچاس روپے

فی شمارہ — ۲/۲۵

بیرون ملک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک

۲۵ ڈالر

بیرون ملک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ ۱۰ ڈالر

نوٹ:-

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں، اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہونچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پچاس روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھا کریں

نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام و پتہ پر تعمیر حیات جاتا ہے اس کی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں

اور اگر جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضروری ہے

درس حدیث

اسلامی معاشرہ کا امتیاز
باہم بھائی چارگی

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی

عن أبي موسى رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضاً وشبك بين أصابعه۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ایمان والوں کا تعلق دوسرے ایمان والوں کے لیے ایک مضبوط عمارت کے اجزاء کا سا ہونا چاہیے کہ وہ باہم ایک دوسرے کی مضبوطی کا ذریعہ بنتے ہیں، (اور ان کے جڑے رہنے سے عمارت کھڑی رہتی ہے) آپ نے ایمان والوں کے اس باہمی تعلق کا نمونہ دکھانے کے لیے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال دیں (اور بتایا کہ مسلمان کو اس طرح باہم مل کر ایک ایسی مضبوط دیوار بن جانا چاہیے جس کی اینٹیں باہم پیوستہ اور ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہوں اور کہیں ان میں کوئی خلا نہ ہو۔

وادی مکہ میں جس وقت اسلام کی کرنیں چمکیں، عرب لوٹ مار جیسی بدترین برائیوں میں ڈوبے ہوئے تھے، ناانصافی اور ظلم ان کے خمیر میں اس طرح داخل ہو گیا تھا کہ قبیلے ایک دوسرے پر شب خون مارتے تھے، کبھی یوں ہی بلا سبب زور زبردستی سے اور کبھی کسی معمولی بات پر پانی اور چراگاہ کے بارے میں اختلاف ہو جانے کے باعث جنگ چھڑ جاتی تھی اور کشت و خون کا بازار گرم ہو جاتا تھا ان کا ایک نہایت بڑا عیب قبائلی تعصب تھا جس نے ان کا شعار یہ بنا دیا تھا کہ اپنے بھائی کی ہر حال میں مدد کرو ظالم ہو تب بھی مظلوم ہو تب بھی:

"انصر أخاك ظالماً أو مظلوماً"

اس عہد جاہلی کا عرب اپنے قبیلے کے دین کا پیرو رہتا تھا خواہ غلط ہو یا صحیح جاہلی شاعر درید بن الصمہ کہتا ہے کہ

وما أنا إلا من غزية إن غوت غويت وإن ترشد غزية أرشد

ترجمہ شمس الحق ندوی

میں تو غزیہ ہی کا ایک فرد ہوں، اگر غزیہ کے لوگ غلط راہ چلیں گے تو میں بھی غلط ہی راہ پر چلوں گا اور اگر وہ نیک راہ پر چلیں گے تو میں بھی نیک راہ پر چلوں گا۔

یہی ماحول و فضا تھی کہ اسلام کی روشنی چمکی فضا بدلی اور باہمی نفرت و عداوت دور ہوئی دلوں کا کینہ کافور ہوا اور سب بھائی بھائی بن گئے۔ اور قرآن کریم نے ان کو اس طرح مخاطب کیا:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا (آل عمران ۱۰۳)

اور سب مل کر خدا کی ہدایت کی رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔

اسلام نے ان عربوں کی ایک متحد و منظم قوم تیار کر دی وہی لوگ جو ابھی کل ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے ایک متحدہ مسلمان لشکر میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور اسلام کا جھنڈا بلند کرتے ہیں، جب یہ منتشر طاقتیں متحد ہو گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا "مسلمان مسلمان کے لیے پختہ مکان کے مانند ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو جوڑے اور مضبوط کیے رہتا ہے"۔

اس ارشاد کے ذریعہ آپ نے تمام بری عادتوں اور قبائلی فخر و مباہات کو ختم فرما دیا اور جاہلی معاشرہ کے تمام غلط معیار و پیمانوں کو حقیقی بھائی چارگی اور برادرانہ تعلقات کے پیمانوں میں تبدیل کر دیا،

إنما المؤمنون إخوة (سورۂ حجرات)

مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

فرمایا:

إن أكرمكم عند الله أتقاكم

اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

ایک پرہیزگار و متقی کالا حبشی کافر ہاشمی سے باعزت و معزز قرار پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت کی تھوڑے تھوڑے وقفہ سے تجدید فرماتے رہتے تھے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه، من كان في حاجة أخيه كان الله في حاجته، ومن فرج عن مؤمن كربة فرج الله عنه بها كربة من كرب يوم القيامة ومن ستر مسلماً ستره الله يوم القيامة۔"

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ تم میں جو کوئی اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہے گا اور جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں قیامت کی کسی تکلیف سے اس کو نجات دے گا اور جو مسلمان کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

دوسری حدیث میں فرمایا:

"المسلم أخو المسلم لا يخونه ولا يكذبه ولا يخذله كل المسلم على المسلم حرام، عرضه وماله ودمه، التقوى هٰهنا، بحسب امرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم"۔

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس سے خیانت نہ کرے، اس سے جھوٹ نہ بولے (اور جب وہ اس کی مدد کا محتاج ہو تو اس کی مدد کرے) اور اس کو بے مدد کے نہ چھوڑے مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان کے لیے قابل احترام ہے اس کی عزت، اس کا مال اس کا خون (اس لیے ناحق اس کا خون گرانا اس کا مال لینا اس کی آبرو ریزی کرنا یہ سب حرام ہے)۔

اس بھائی چارگی نے اسلامی لشکر کی صفوں کو ثابت قدم اور قوی بنانے میں بڑا اہم رول ادا کیا کہ ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلہ میں کافی تھا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إن يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا مائتين

اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو کافروں پر غالب رہیں گے۔

مسلمانوں کے باہمی ربط و تعلق اور بھائی چارگی دیوار کی طرح ہونے کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے تاریخ اسلام کا یہ واقعہ پڑھیے جو اسلامی اخوت کی عملی تصویر پیش کرتا ہے حضرت حذیفہ عدوی بیان کرتے ہیں کہ:

"جنگ یرموک کے موقع پر میں اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں زخمیوں میں پھر رہا تھا ساتھ میں پانی بھی لیا تھا کہ اگر زندگی کی کچھ رمق باقی ہوگی تو پانی پلاؤں گا، جب میں میدان میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ زخمیوں میں پڑے ہوئے ہیں ان کی سانس اکھڑ گئی ہے آخری وقت ہے، اس حال میں پانی ان کے منہ کے قریب لے گیا، پانی کا ان کے منہ کے قریب پہنچنا تھا کہ دوسرے زخمی کے کراہنے کی آواز آئی، میرے بھائی نے اپنا منہ بند کر لیا اور اشارہ کیا کہ اس دوسرے زخمی کو پانی پلاؤں دوسرے زخمی کے پاس پہنچا تو وہ ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ تھے، ہم نے ان کو پانی پلانا چاہا کہ اتنے میں تیسرے زخمی کے کراہنے کی آواز آئی اس آواز کا آنا تھا کہ ہشام نے منہ بند کر لیا اور اشارہ کیا کہ پہلے ان کو پانی پلاؤں، ان کے پاس گیا قبل اس کے کہ ان کو پانی پلاؤں انھوں نے دم توڑ دیا، اب میں ہشام کے پاس واپس آیا تو دیکھا کہ وہ جاں بحق ہو چکے ہیں، ان کے پاس سے اپنے چچازاد بھائی کے پاس آیا کہ ان کو پانی پلا دوں، پہنچا تو وہ بھی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے، پانی ویسے کا ویسا ہی لیے ہوئے واپس آ گیا۔

مسلمان جاہلی رجحانات، غرور و تکبر اور مادہ پرستی کی اس پستی سے نکل کر بھائی چارگی اور باہم روحانی ربط و تعلق اور ایمانی میل ملاپ کی اس بلندی کو پہنچ گئے جس کا ایک نمونہ اوپر مذکور اس واقعہ میں نظر آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد:

باقی صفحہ ۱۵ پر

کتاب اور کتب خانوں سے مسلمانوں کی دلچسپی

اسلام نے لکھنے پڑھنے اور علم کی جانب پہلی وحی الٰہی میں توجہ دلائی جس کا مقصد امت اسلام کو حامل کتاب اور صاحب قلم بنانا تھا یعنی دنیا کو پیغام الٰہی سے آشنا کرنے کے ساتھ ساتھ کتاب و قلم سے بھی روشناس کرائے اس سے کام لینا تھا، چنانچہ مسلمانوں نے آغاز اسلام سے اس علمی فریضہ کی ادائیگی میں بے پایاں دلچسپی لی، اسلامی تاریخ میں "مسجد و مدرسہ" اور "کتاب و قلم" کا اس طرح تذکرہ ملتا ہے کہ وہ لازم و ملزوم ہیں اور اس طرح ایک دوسرے سے وابستہ ہیں کہ ان دونوں کا علاحدہ تصور نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ سرکاری اور نجی طور پر ایسے رفاہی ادارے قائم کیے گئے جن کا کام درسگاہیں اور کتب خانے قائم کرنے تھے، سلطان دولت اور علماء علم و کتاب کے عام کرنے کے لیے خطیر رقمیں اور اپنی جدوجہد صرف کرتے تھے، خصوصاً اس زمانہ میں جب کہ ابھی پریس قائم نہیں ہوئے تھے، کتابیں ہاتھ سے نقل کی جاتی تھیں اور نقل کرنے کے لیے مخصوص افراد تھے جنھیں نساخ یا خطاط کہا جاتا تھا، اس کا صرفہ اتنا زیادہ ہوتا تھا کہ تنگ دست عالم اور طالب علم کے لیے ایک کتاب کا خریدنا دشوار تھا چہ جائے کہ وہ کسی ایک فن یا موضوع پر کتابوں کا ایک سیٹ حاصل کرسکتا، اس ضرورت کے پیش نظر مسلم معاشرہ میں کتب خانوں کے قیام کی جانب توجہ کی گئی، جذبہ خالص انسانی اور علمی تھا مادی منافع اور تجارتی مقصد سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

کتاب اور کتب خانہ سے متعلق عربی ادب و شعر کا ذخیرہ اتنا بڑا ہے کہ شاید ہی کسی اور زبان میں اس طرح اس کی ثنا خوانی کی گئی ہو، عربی کے عظیم و عبقری ادیب ابو عثمان جاحظ کا قول ہے جو ضرب المثل بن گیا "کتاب بہترین ہم نشین ہے" کتاب سے والہانہ شغف اور شیفتگی کا اظہار کرتے ہوئے احمد بن اسماعیل لکھتے ہیں: "کتاب ایسی داستاں ہے کہ وہ تمہیں نہ تنگ کرتی ہے اور نہ تمہارے طرب و نشاط میں حارج ہوتی ہے اور نہ اپنے لیے کسی تنگی و مشقت میں ڈالتی ہے، کتاب ایسا ہم نشیں ہے کہ تمہاری بلاوجہ ستائش نہیں کرتی اور ایسا دوست ہے تمہیں دھوکہ میں مبتلا نہیں کرتی اور ایسا رفیق سفر ہے کہ جس سے تم کبھی اکتا نہیں سکتے اور اتنی مخلص و خیر خواہ ہے کہ تمہیں کبھی غلط راہ پر نہیں ڈالے گی۔"

اس زمانہ کے معاشرہ کو کتاب کے مطالعہ میں اس قدر انہماک ہوگیا تھا کہ وہ لوگوں کے ساتھ وقت گذاری اور خوش کلامی کو ناپسند کرتا تھا کتابوں کو چھوڑ کر خلیفہ، بادشاہ یا کسی صاحب اقتدار و جاہ و حشم کی خدمت میں حاضر ہونا گوارا نہ تھا۔

مشہور ادیب وزیر محمد بن عبدالملک زیات نے ایک زمانہ تک گوشہ گیری اختیار کی اور کہیں آنا جانا پسند نہ کیا، جاحظ ان سے ملاقات کے لیے گیا تو عربی زبان کے امام سیبویہ کی کتاب بطور تحفہ لے کر حاضر ہوا، وزیر نے تحفہ دیکھ کر بے حد مسرت و انبساط محسوس کیا اور کہا کہ: "جاحظ تم نے ایسا عطیہ پیش کیا ہے کہ اس سے بڑا اور قیمتی ہدیہ کوئی اور نہیں ہوسکتا تھا۔" ایک بار کسی خلیفہ نے ایک عالم کو یاد کیا تاکہ اس کے ساتھ کچھ دلچسپ اوقات گذارے، خلیفہ کا خادم ان کو بلانے کے لیے حاضر ہوا تو انھیں کتابوں کے درمیان میں بے خبر بیٹھا ہوا پایا، مطالعہ میں ایسا ڈوبے ہوئے تھے کہ آہٹ بھی محسوس نہ کی، خادم نے عرض کیا: "امیر المومنین آپ کو یاد کررہے ہیں،" انھوں نے جواب دیا کہ امیر المومنین سے کہو کہ میرے پاس کچھ دانشور علماء تشریف رکھتے ہیں میں ان سے باتیں کررہا ہوں، فارغ ہونے کے بعد حاضر ہوجاؤں گا۔" خادم نے خلیفہ کو ان کا پیغام پہونچایا تو کہا کہ کون سے دانشور حضرات ان کے پاس ہیں؟ خادم نے جواب دیا امیر المومنین خدا گواہ ہے کہ ان کے پاس کوئی شخص بھی نہ تھا۔" امیر المومنین نے اسے حکم دیا کہ وہ جس حال میں بھی ہوں ابھی حاضر کرو، جب وہ عالم آئے تو خلیفہ نے سوال کیا: تمہاری مجلس میں کون سے دانشور تھے؟ انھوں نے امیر المومنین کو مخاطب کرکے یہ اشعار پڑھے:

هم جُلساء ما نملّ حديثهم
أمينون مأمون غيبًا ومشهدًا
إذا ما خلونا كان خير حديثهم
معينا على نفي الهموم مؤيدًا
يفيدوننا من علمهم علم ما مضى
وعقلًا وتاديبًا ورأيًا وسؤددًا
فلا ريبة يخشى ولا سوء عشرة
ولا نتقي منهم لسانًا ولا يدًا
فان قلت اموات فلست بكاذب
وإن قلت أحياء فلست مفندًا

ان اشعار میں کتابوں کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے باوقار عالم نے کہا کہ میں جن کی صحبت میں یہ وقت گذار رہا تھا وہ ایسے ہم نشیں ہیں کہ جن کی باتوں سے اکتاہٹ نہیں ہوتی اور ان سے کسی بھی حال میں کوئی ڈر و خوف اور خطرہ نہیں ہے، خلوت میں ان سے بات کرکے دل کے رنج و غم دور ہوجاتے ہیں ان میں جو دانش و حکمت بھری ہوئی ہے اس سے عقل و فکر کو غذا اور رائے و برتری کو توانائی حاصل ہوتی ہے، نہ تو ان کی صحبت خراب کرتی ہے اور نہ بدکلامی اور لڑائی جھگڑے کا سبب بنتی ہے اگر میں کہوں کہ وہ دانشور علماء مردہ ہیں تو مجھ پر جھوٹ کا الزام عائد نہ ہوگا اور اگر ان کے زندہ ہونے کا ثبوت پیش کروں تو اس کی نہ کوئی تردید کرسکتا ہے اور نہ جھٹلا سکتا ہے۔ اشعار سن کر خلیفہ سمجھ گئے کہ انھوں نے کتابوں کو دانشور علماء بتایا تھا تو ان کی اس تاخیر پر کبیدگی اور آزردگی کا اظہار نہ کیا۔ معروف ادیب و شاعر اور نامور وزیر صاحب بن عباد نے امیر نوح بن منصور سامانی کی جانب سے ایک بڑے عہدہ کی پیش کش کو اس لیے مسترد کردیا کہ اسے اپنا کتب خانہ بجید عزیز تھا وہ اسے چھوڑ کر جا نہیں سکتا تھا، اور اتنے بڑے کتب خانہ کو منتقل نہیں کرسکتا تھا اس لیے بڑے جاہ و منصب اور اعزاز پر کتب خانہ اور کتب بینی کو ترجیح دی۔

بقیہ: مصر میں عورتوں کے لیے بسیں

لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اس کے اوقات ہمارے اوقات سے میل نہیں کھاتے، ایک دوسری عورت کہہ رہی تھی کہ ہم بہت خوش قسمت ہیں اس سے قبل ہم کو سفر میں بہت پریشانی ہوتی تھی اور اب تو بس اس بس کے وقت آتی ہوں اور آرام سے سفر کرتی ہوں۔

نیا تجربہ

اس نئے نظام کو بروئے کار لانے اور کامیاب بنانے کیلئے بڑی تیزی سے کام جاری ہے اور ان لوگوں کی پریشانیوں کے پیش نظر جن کے ہمراہ سفر میں ان کی بیویاں اور بیٹیاں ہوتی ہیں، اسپیشل بسیں بنائی جارہی ہیں، اور اس گاڑی کی نوعیت اس طرح ہے کہ آگے اور پیچھے کے علاوہ اس کے درمیان میں بھی ایک تیسرا وسیع دروازہ ہوگا جس کے وسط میں ایک رکاوٹ ہوگی اور اس کے بعد کنڈکٹر کی سیٹ ہوگی چڑھنے کے بعد خواتین دائیں اور مرد بائیں مڑ جائیں گے فی الحال تو ہم ایسی چھ گاڑیاں تجربہ کے لئے ایک ہی سڑک پر چلائیں گے، اگر اس میں ہم کو کامیابی ملی تو ان شاء اللہ ایک سال کے اندر تمام نقل و حمل و مواصلات میں ایسی گاڑیاں عام کردیں گے۔ اور یہ ہیئت صرف بسوں ہی میں نہیں بلکہ زمین دوز ٹرام میں بھی خواتین کیلئے چند ڈبے مخصوص کردیں گے۔ اور نقل و حمل و مواصلات کے سب سے بڑے عہدہ دار محمد بیومی کا کہنا ہے کہ اس جرمانہ پر بھی غور و فکر جاری ہے جو اس قانون کی پامالی، اور اس طریقہ کی خلاف ورزی کی شکل میں عائد کیا جائیگا۔

آہ! بڑے بھائی جان

حکیم عبدالقوی صاحب مرحوم کے متعلق تاثرات

جناب عبدالعلیم قدوائی

۱۶ اکتوبر ۱۹۹۲ء بروز جمعہ پونے دو بجے دن کو میرے شفیق و عزیز برادر معظم حکیم حافظ عبدالقوی صاحب دریابادی نے بلرامپور اسپتال لکھنؤ میں ایک مختصر علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور داغ یتیمی و حرماں نصیبی پھر تازہ ہوگیا۔ ہم لوگ چار بھائی تھے اور ان کی سرپرستی میں بے فکری سے زندگی بسر کررہے تھے کہ اچانک اس پیکر شفقت و اخلاص کی بے لوث محبت اور بابرکت سایہ سے محروم ہوگئے۔ واقعہ اتنا سخت ہے کہ الفاظ دلی تاثرات کو ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ ع

تلخی غم کہی نہیں جاتی

اس ناچیز سے تقریباً سولہ سال بڑے تھے اور علم و مرتبہ میں تو کہیں زیادہ بڑھے ہوئے تھے مگر ہمیشہ انھوں نے اپنے کو پیچھے رکھا اور معروضات کی ہمیشہ پذیرائی کی۔ بچپنے سے لے کر اب تک کہ شام زندگی شروع ہوچکی ہے مجھے کوئی واقعہ ایسا یاد نہیں آتا جس میں انھوں نے کبھی اپنے ناراضگی یا خفگی کا اظہار کیا ہو۔ ہم لوگوں کے والد مولوی عبدالمجید صاحب دریابادی اور چچا مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی مرحوم کے مابین مثالی محبت و یگانگت تھی جس کی مثال خاندان بھر میں دی جاتی تھی، بھائی صاحب مرحوم نے حرف بحرف اسی وضع کی پیروی کی۔

مرحوم شروع ہی سے نہایت ذہین اور پڑھنے لکھنے کے رسیا تھے، نہ معلوم کتنے امتحانات اردو، عربی، فارسی کے پرائیویٹ الہ آباد بورڈ لکھنؤ یونیورسٹی پنجاب یونیورسٹی سے درجہ امتیاز میں پاس کیے۔ لاہور سے گریجویٹ ہوئے والدہ مرحومہ کی خواہش کے مطابق کم سنی میں عم مرحوم مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کی زیر نگرانی صرف ایک سال میں حفظ قرآن کیا اور پھر براہ راست انہی کی زیر تربیت رہے۔ اور واقعہ ہے کہ انھوں نے ہر معنی میں مرحوم کی جانشینی کا حق ادا کردیا۔ طبیہ کالج دہلی سے درجہ امتیاز میں فاضل الطب والجراحت کی سند امتیاز سے حاصل کی اور اس کے بعد لکھنؤ کے نامور طبیب شفاء الملک حکیم عبدالحسیب دریابادی جو ان کے نانا تھے اور شفاء الملک حکیم خواجہ شمس الدین صاحب کی شاگردی میں مطب شروع کیا اور مزید استفادہ حکیم ڈاکٹر مولانا سید عبدالعلی صاحب مرحوم (حضرت مولانا علی میاں مدظلہ کے برادر بزرگ) سے کیا۔ مگر طبابت کے پیشہ سے مالی منفعت کا ذرہ برابر بھی اہتمام نہ رکھا اور اسکو خدمت و عبادت کی طرح آخر دم تک کرتے رہے۔ اگر کوئی فیس زبردستی دیتا تو بادل نخواستہ قبول کرتے تھے مگر اپنے منہ سے کبھی نہیں طلب کرتے تھے۔ تشخیص بہت اچھی تھی، اللہ نے دست شفا دیا تھا مریض بکثرت آتے تھے اور یہ سب کو پوری توجہ سے دیکھتے تھے۔ یہ خاکسار جب کبھی اس سلسلہ میں کچھ عرض کرتا تو اس کو ٹال جاتے۔ اس زمانہ میں ایسی بے نفسی اور قناعت کہاں دیکھنے کو ملتی ہے۔ تواضع، بے نفسی اور توکل کے اعتبار سے بالکل منفرد تھے۔

خلافت و ترک موالات اور آزادی کی مختلف تحریکوں کو بچپن سے انھوں نے دیکھا اور اثر قبول کیا، اس کے بعد صحافت کے میدان میں قدم رکھا مگر وہاں بھی اپنی آزادی برقرار رکھی یعنی کسی اخبار سے باقاعدہ وابستہ نہیں ہوئے۔ تنویر لکھنؤ، حق لکھنؤ، قائد لکھنؤ، سیاست کانپور وغیرہ میں اداریے اور مقالات لکھا کیے مگر بغیر نام کے اظہار کے مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب مرحوم کے موقر ہفتہ وار صدق جو بعد میں صدق جدید کے نام سے ۱۹۷۶ء تک نکلتا رہا کے نائب مدیر منیجر اور مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد مدیر رہے۔ حق گوئی و بے باکی ان کی خصوصیت تھی، لکھنے والے بڑے اچھے تھے۔ اور ان کی تحریروں میں مولانا عبدالماجد دریابادی اور مولانا محمد علی جوہر کے رنگ کی جھلک آتی ہے۔ جس موضوع پر قلم اٹھاتے اس میں جان ڈال دیتے، بڑا ستھرا ادبی ذوق رکھتے تھے اور لکھنؤ کی ٹکسالی زبان پر پورا عبور تھا۔

بے شمار اردو فارسی کے اشعار یاد تھے جن کے برموقع استعمال سے ان کی تحریریں بڑی شگفتہ اور دلچسپ ہوتی تھیں نہ معلوم کتنی کتابوں کے مقدمے، تبصرے لکھ ڈالے، سیاست کانپور میں کئی سال تک اداریے لکھتے رہے۔ جن کی وجہ سے اخبار کا معیار اور حلقہ خریداری بہت بڑھ گیا تھا۔ یادداشت غیر معمولی تھی چنانچہ انتقال سے قبل تک مختلف مضامین محض اپنے حافظہ کی مدد سے لکھتے رہے اور چند ہفتہ قبل لکھنؤ ٹیلی ویژن پر اپنے انٹرویو میں بیش بہا معلومات فراہم کیں۔ مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ ہر قسم کی کتابیں پڑھ ڈالتے تھے، امیر الدولہ پبلک لائبریری کے بڑے پرانے ممبر تھے انگریزی اخباروں میں اسٹیٹسمنٹ کے بڑے شائق تھے مذہب، علم و ادب کے ساتھ ساتھ ان کو کھیلوں سے بھی دلچسپی تھی خاص کر کرکٹ سے۔ اس کے بارہ میں حیرت انگیز معلومات رکھتے تھے، کئی روز قبل فرمایا کہ میں ان لوگوں میں ہوں جنھوں نے فرسٹ کلاس کرکٹ میں... اسنچریاں بنتے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں۔ ٹسٹ میچ دیکھنے دہلی، کلکتہ، لاہور، بمبئی وغیرہ بڑے شوق سے جاتے تھے۔ بچپن میں ہاکی کھیلتے تھے، اور یہ کم لوگوں کو علم ہوگا کہ ہاکی فیلڈ پر اپنے ہم سبق اور ہم سن حضرت مولانا علی میاں کو ترغیب دلاکر یہی لے گئے۔

مشاہیر وقت خصوصاً علماء و صالحین سے خصوصی تعلقات رکھتے تھے جن میں سرفہرست حضرت مولانا علی میاں مدظلہ ہیں جو تقریباً ان کے ہم سن اور رفیق ہیں بچپن اور نوعمری میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا زکریا صاحب، ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب کی خدمت میں برابر حاضر ہوتے رہے۔ ندوۃ العلماء، دار المصنفین، دینی تعلیمی کونسل، اردو اکیڈمی، انجمن اصلاح المسلمین، دار المبلغین اور نہ معلوم کتنے اداروں سے وابستہ تھے اور ان سے پوری دلچسپی رکھتے تھے۔ دائرہ احباب بڑا وسیع تھا چنانچہ دہلی، کلکتہ، حیدرآباد، بمبئی، بھٹکل، مدراس اور پاکستان کے مختلف حضرات سے برابر خط و کتابت رہا کرتی تھی اور کثرت سے سفر بھی کرتے رہتے تھے۔ دہلی میں حکیم عبدالحمید صاحب (ہمدرد دواخانہ)، حاجی شفیع صاحب (ایکا دوکمپنی) خواجہ حسن نظامی ثانی سے خصوصی ارتباط اور تعلق تھا۔ وطن مالوف دریاباد سے بڑی محبت کرتے تھے اور اپنے نام کے ساتھ دریابادی پابندی سے لکھتے تھے۔ پابندی سے ہر ہفتہ ایک دن مطب کرنے وہاں جایا کرتے تھے اور جب خرابی صحت کی بنا پر یہ معمول ترک کرنا پڑا تو اس سے بہت متاثر ہوئے۔

اپنے تمام ملنے والوں سے خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے، بڑی شفقت سے پیش آتے تھے۔ مرنجاں مرنج طبیعت ایسی تھی کہ طبیب، صحافی اور مختلف دائروں سے تعلق رکھنے کے بعد بھی نہ کبھی کسی کی مخالفت کی نوبت آئی اور نہ کسی گروپ میں شامل ہوئے۔

قناعت، توکل علی اللہ، وضع داری اور درویشی کے پیکر تھے۔ لباس و غذا کی طرف سے بے پرواہ رہا کرتے تھے اور جب ہم میں سے کوئی توجہ دلاتا تو مسکرا کر چپ ہوجاتے۔

خاندان ماشاء اللہ بڑا تھا، تمام بچوں سے محبت و شفقت فرماتے تھے اور یہ کہنا مشکل تھا کہ وہ کس کو زیادہ چاہتے تھے۔ حافظ قرآن تو ماشاء اللہ تھے ہی مدتوں دریاباد اور لکھنؤ میں تراویح سنائی، عبادات کا اہتمام رکھتے تھے مگر اخفا کے ساتھ، اسی طرح صدقہ خیرات و داد و دہش خفیہ طور پر برابر کرتے رہتے اور اس میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر خرچ کرتے۔

شادی چچازاد بہن سے اکتوبر ۱۹۳۶ء میں ہوئی اور اتفاق سے عقد اور وفات دونوں کی تاریخ ۱۶ اکتوبر تھی۔ کوئی اولاد نہیں تھی مگر ہم تینوں بھائیوں اور بہن اور ان کے بچوں کو ہمیشہ اپنے ہی بچے سمجھا کیے۔ آج ان کے نہ ہونے سے زندگی میں کتنا بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے۔ برکت و شفقت کی روشنی جاتی رہی صرف مرحوم کی خوبیاں باقی رہ گئی ہیں۔ مذہب سے غیر معمولی شغف تھا اور علم دین کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا زکریاؒ کی خدمت میں حاضری دیتے رہتے تھے۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوچکے تھے دینی حمیت اور ملی غیرت کے پتلے تھے اسلام پر کسی جہت سے حملہ ہوتا تو مضطرب ہوجاتے

باقی ص ۹ پر

۱۴۱۳/۵/۲۵ھ کو ندوہ کی مسجد میں طلبائے ندوہ سے حضرت مولانا کا مؤثر خطاب

محمد مرشد عالم
درجہ: ثانویہ رابعہ (ب)

مولانا مدظلہ العالی نے فرمایا کہ ایک مرتبہ عشرہ مبشرہ اور جلیل القدر صحابہ رضؓ کسی جگہ جمع تھے، جس میں امیر المومنین سیدنا عمر ابن خطابؓ بھی موجود تھے تو امیر المومنین سیدنا عمر بن خطابؓ نے فرمایا ہر شخص اپنی اپنی حاجت کی دعا کرے، کیونکہ یہ وقت قبولیت کا وقت ہے، ہر شخص نے اپنی اپنی خواہش کے مطابق دعا کی، کسی نے دعا کی کہ اللہ تعالی ہم کو پہاڑ کے برابر سونا دے، کیونکہ جس شخص کے پاس سونا ہوگا، وہ راہ خدا میں خرچ کرے گا، کسی نے دعا کی ہم کو شہادت نصیب ہو، کسی نے دعا کی ہم کو خدمتِ دین اور اسکی اشاعت نصیب ہو، جب حضرت عمرؓ دعا کرنے لگے تو تمام صحابہ قریب ہو گئے، کہ دیکھیں حضرت عمرؓ کیا دعا کرتے ہیں، دیکھئے حضرت عمرؓ بھی ایسی دعائیں کر سکتے تھے۔

لیکن انھوں نے دعا کی کہ یارب العزت ہم کو خالد بن ولیدؓ، سعد بن ابی وقاصؓ جیسے صحابہ عطا فرمایئے تاکہ ہم ان کو دیگر محاذوں پر بھیجیں، اور اس طرح دین کی اشاعت ہو، اور احکام خداوندی کا علم ہر گوشۂ عالم میں بلند ہو، تو اب اس زمانے میں ضرورت ہے کہ آپ دعا کریں کہ اللہ رب العزت آپ کو داعیٔ دین بنادے، اور آپ سے اشاعت دین کا کام لے، اور یہ ایسی چیز ہے جس کے سامنے دنیا کی تمام چیزیں ہیچ ہیں۔

میرے عزیزو! تو تم محنت کرو، اور مدرسہ اور مکتب قائم کرو، اور دین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرو، اپنے گھروں، محلوں اور مسجدوں میں دینی گفتگو کرو! حضرت مولانا نے فرمایا کہ میرے والد صاحب کے ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ آپ کے والد صاحب کہا کرتے تھے کہ میری نانی سوتے وقت مجھے یہ شعر سنایا کرتی تھی ؎

الٰہی مجھے بھی شہادت نصیب
کہ افضل سے افضل عبادت نصیب

یہ کون کہہ رہا ہے؟ جن کا گھرانہ ایک زمانے سے علمی مرکز رہا ہے، دیکھئے گھریلو ماحول کا اخلاق پر کتنا بڑا اثر پڑتا ہے، خواجہ معین الدین چشتیؒ کو دیکھئے، یہ وہ شخص ہیں جن کا شمار لاکھوں کروڑوں انسانوں میں ہوتا ہے، ایسے انسان بہت سے تھے مگر اللہ تعالی کو جن کی ادا پسند آجائے، یہ وہ ہیں جو ہندوستان میں داخل ہونے والے داعی الی اللہ ہیں، انھوں نے لاہور میں تین دن، تین رات متواتر وعظ فرمایا جس وقت وعظ شروع فرمایا اس وقت صرف دو تین شخص تھے، لیکن تین دن کے اندر لاکھوں انسانوں نے بیعت کی، فرماتے ہیں، میری والدہ مجھے تعلیم کی طرف توجہ دلاتی تھیں اور میرے کھانے پینے کا انتظام کرتی تھیں اور جس دن کھانا نہیں ہوتا تھا تو فرماتی تھیں کہ آج ہم اور تم اللہ کے مہمان ہیں۔

ایک مرتبہ کسی کے گھر سے تحفہ آیا کافی دنوں تک چلتا رہا، تو میں دعا کرتا تھا کہ وہ وقت آئے جب والدہ صاحبہ کہیں کہ آج ہم اور تم اللہ کے مہمان ہیں، بہر کیف اللہ تعالی نے ان کی والدہ صاحبہ کے اخلاص اور ان کی تمناؤں کو پورا کیا، اور ان سے دین کی اشاعت کا کام لیا۔

عزیزو!

تو آپ محنت کیجئے، اور دعائیں مانگئے کہ رب کائنات آپ کے ذریعہ دین کو ترقی دے، بہت سے لوگ سعودی عرب اور ریاض جاتے ہیں اور وہاں سے ڈگری حاصل کرتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ تنخواہ حاصل کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ یہاں رہکر دینی علوم میں کمال پیدا کیجئے، اور کسی دیہات یا قصبہ میں رہ کر خدمت دین واشاعت اسلام کا کام کیجئے، تو آپ اس شخص سے بہتر ہیں جو سعودی عرب یا امریکہ میں پروفیسر یا بڑے سے بڑے عہدے ومنصب پر فائز ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت علیؓ سے فرمایا کہ:

لئن یہدی اللہ بك رجلا خیر لك من حمر النعم۔

کہ اللہ تعالی تمہارے ذریعے سے کسی کو ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹ سے بہتر ہے، اور اس وقت یک سرخ اونٹ عربوں میں تمام چیزوں سے بہتر سمجھا جاتا تھا، لیکن یہ ایک محاورہ بن گیا اور اس کا مطلب یہ لیا جانے لگا کہ یہ آپ کے لیے بہت بہتر کام ہے، لہٰذا تم محنت کرو اور اشاعت دین کی آرزو وتمنا رکھو اور مکاتب، مدارس، اور انجمنیں قائم کرو، وہ اللہ تعالی کے نزدیک دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور اس وقت امت کو اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ جو فضا اور ماحول بنتا جارہا ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ نیا دور دور اکبری شروع ہونے والا ہے، پہلے دور اکبری میں تو ٹیلی گرام، ٹیلی فون اور مائک بھی نہ تھا، جس کی وجہ سے معاملات محدود تھے، لیکن آج معاملہ برعکس ہے اللہ تعالی کا یہ قانون ہے کہ جب بھی کوئی نیا فتنہ سر اٹھاتا ہے تو اللہ تعالی ایسے داعی کو پیدا فرماتا ہے جو اس فتنہ کی کاٹ کرتا ہے، اس کا مقابلہ کرتا ہے چنانچہ اللہ رب العزت نے اکبر ہی کے خاندان میں سلطان اورنگ زیب عالمگیر جیسا شخص پیدا فرمایا جس نے اس دور اکبری کا رخ دین اسلام کی طرف موڑ دیا۔

سلطان اورنگ زیب ایک ایسا شخص تھا جس کے ہاتھ میں تین ملکوں کی ریاست تھی، لیکن ان کا حال یہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے قرآن شریف لکھتے تھے، اور ان کی دلی خواہش یہ ہوتی تھی کہ جہاں کہیں قیام پذیر ہوں، جمعہ کی نماز باجماعت دہلی کی جامع مسجد میں ادا کریں! رمضان المبارک میں روزہ رکھتے تھے اور ساری ساری رات قیام اللیل میں گذارتے تھے، صبح سات آٹھ بجے ورد کیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا نے فرمایا کہ میں نو عمری میں شکار کھیلنے جایا کرتا تھا اور الحمد للہ میں شکار بھی کیا کرتا تھا کیونکہ میرے خاندان کے لوگ جہاد کے شوقین تھے اور بندوقیں چلایا کرتے تھے تو میں نے اس سے بڑا سبق حاصل کیا ہے، کہ جب ہم شکار کے لیے نکلتے تھے تو ہم لوگوں کو دیکھتے کہ دو تین کارتوس ساتھ رکھتے ہیں اور بہت ہی احتیاط کے ساتھ چلاتے

ہیں، کہ شکار کارتوس سے زیادہ قیمتی ہے یا نہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ شکار معمولی ہو اور کارتوس ضائع ہو جائے، تو اللہ رب العزت نے ہم کو اور آپ کو ایک ہی کارتوس عطا فرمایا ہے، یہاں تک کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو بھی ایک ہی کارتوس عطا فرمایا، ایسا نہیں کہ وہ دنیا سے چلے جانے کے بعد دوسرا کارتوس یعنی دوسری عمر لیکر نہیں بھیجے گئے، تو اب چاہیے کہ اس کارتوس کو کھیل تماشے یا امین آباد، چوراہے یا ٹولی بناکر گفتگو کرنے اور بہت سی ایسی چیزیں جن کا مسجد میں بیٹھ کر بیان کرنا مسجد کے احترام کے خلاف ہے جائیں تو آپ اسی میں اپنا وقت گذار دیں یا کسی کے ساتھ تعلیم وتربیت میں منہمک ہو جائیں اب عقلمند کا کام یہ ہے کہ کارتوس سے شیر یا عقاب یا شاہین کا شکار کرے، یا کسی معمولی چیز کا۔ آپ کی عمر بھی ایک کارتوس کے مثل ہے، تو آپ اس کارتوس کو محنت ومشقت میں صرف کریں اور اس کارتوس کو زیادہ سے زیادہ کار آمد بنانے کی کوشش کریں، اب آپ کے اختیار میں ہے کہ اس کا نشانہ اچھی چیزوں کو بنائیں یا بری چیزوں کو جیسے کہ ایک پھل دار آم کا درخت تو اگر یہ شرط لگادی جائے کہ ایک ہی مرتبہ اس کی طرف ہاتھ بڑھایا جاسکتا ہے تو ظاہر ہے کہ دنیا کا بے وقوف سے بے وقوف شخص بھی آم ہی کو توڑے گا نہ کہ پتے کو۔ لہٰذا اس عزیز عمر اور قیمتی وقت کو ضائع نہ کیجئے، نیکیوں میں سبقت کیجئے اور برائیوں سے بچئے۔ (اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْن)

بقیہ: سوال وجواب

س: ایک شخص اگر تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور دوسرے لوگ آکر شامل ہو گئے تو کیا جماعت ہو جائے گی؟

ج: ہاں جماعت قائم ہو جائے گی، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک رات میں اپنی خالہ میمونہؓ کے پاس سویا رات کو جب نبی کریمؐ اٹھکر نماز پڑھنے لگے تو میں بھی آپؐ کے ساتھ شامل ہو گیا۔
(بخاری ومسلم)

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے ایک آدمی کو تنہا نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ کیا کوئی ایسا شخص ہے جو اس پر صدقہ کرے اور اس کے ساتھ نماز پڑھے۔

خواب تھا یا خیال تھا یا کیا تھا

عربی سے ترجمہ: محمد عرفان ندوی

تنگ وتاریک جگہ سے مجھے طبعی گھبراہٹ ونفرت رہا کرتی تھی اور مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میرا دم گھٹا جارہا ہے اسی لئے میں ایسی جگہوں سے دور بھاگتا تھا۔ ان کے تصور سے بھی میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔

جب میں بڑا ہوا تو پتہ چلا کہ یہ ایک نفسیاتی مرض ہے، لیکن اپنے کو اس سے نجات دلانے میں میں ہمیشہ ناکام رہا۔

.... لیکن یہ کیا؟.... میں انھیں تنگ وتاریک جگہوں میں سے کہیں بغیر اپنی مرضی وارادے کے بالجبر داخل کیا جارہا ہوں.... خدایا یہ کیا ستم ہے؟

لوگ مجھے کفن پہنا چکے ہیں اور میں ایک تنگ وتاریک تابوت میں رکھا جارہا ہوں، الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ کیا میرا آخری سفر تو نہیں شروع ہو رہا ہے؟

..... اپنے گرد وپیش کی ساری آوازیں بھی سنائی دے رہی ہیں حالانکہ آنکھیں بھی بند ہیں.... ادھر حالت یہ ہے کہ میں انھیں دیکھ بھی سکتا ہوں، لوگ کہہ رہے ہیں.... بیچارہ آغاز شباب ہی میں چل بسا۔"

"کیا کیا تمنائیں دل میں تھیں، کیسے کیسے عظیم کام تھے جو اس جانے والے نے ادھورے چھوڑے ہیں۔"

کچھ واقعی ایسے اہم کام تھے جو اپنی تکمیل کیلئے میرے منتظر تھے۔ مثلاً میں ابھی اپنے بیٹے کے لئے خوبصورت سا محل نہیں بنا سکا تھا، اپنی گاڑی کی آخری قسط نہیں ادا کر سکا تھا، ٹیلیفون کا بل بھی باقی تھا، تمام دوستوں کے ساتھ ملکر ایک کمپنی کے قیام کا خواب ابھی ادھورا تھا، سردیوں کا موسم میرے در پر دستک دے رہا تھا، حالانکہ میں نے ابھی گھر کیلئے کوئلہ ولکڑی کا بندوبست بھی نہ کیا تھا اور ٹپکتے ہوئے مکان کی مرمت بھی نہ کرا سکا تھا۔ ابھی میں ان کاموں کا تصور ہی اپنے دل میں کر سکا تھا کہ اچانک ایک گھبرا دینے والی آواز سے کانپ اٹھا، جو میری روح کی گہرائیوں میں اتر گئی۔ اور دل ودماغ پر بجلی بن کر گری۔ یہ آواز کئی بار گونجی، معلوم ہو رہا تھا کہ یہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز ہے، ... وہ گیا ختم ہوگیا۔

میں نے ایک سرد آہ بھری اور دل میں کہا "اے کاش وہ ختم نہ ہوا ہوتا، اے کاش..... مجھے نہیں معلوم کہ یہ واقعہ مجھ پر کیونکر گذرا، یہ ہوا کیسے؟ حالانکہ میں ایک عمدہ ڈرائیور تھا۔

ابھی میں اس حادثہ کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ میرے دوستوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا اور اس تابوت پر چادر ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جس میں میں بے حس وحرکت لیٹا ہوں۔ میں نے بار بار پوری قوت سے چیخنے کی کوشش کی اور اپنی جگہ سے ہلنا چاہا تاکہ دوست واحباب کو اس حرکت سے باز رکھوں لیکن میں ناکام رہا اور میری ساری کوشش رائیگاں گئی کیونکہ میں اپنی جگہ سے حرکت ہی نہ کر سکتا تھا، میری زندگی گنگ ہو کر رہ گئی تھی۔

ابھی کچھ ہی لمحے گذرے تھے کہ مجھ پر بھیانک تاریکی چھا گئی، میں نے اپنے تابوت سے باہر کی طرف ان سوراخوں سے دیکھنے کی کوشش کی جن سے ہلکی ہلکی باہر کی روشنی مجھ تک پہونچ رہی تھی، ناقابل بیان کرب وبے چینی کے عالم میں میں دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔ خدایا، خدایا، میرا اب کیا حال ہونے والا ہے؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟ شدید گھبراہٹ میں میں کچھ بھی نہیں سوچ پا رہا تھا۔

اب لوگوں نے میرے تابوت کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا تھا۔ باہر کی آوازیں مجھ تک پہونچ رہی تھیں، لوگ جنازہ لیکر چل دیئے تھے، آوازوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی ہے، قطروں کی آواز میرے کانوں تک صاف پہونچ رہی تھی۔ اور لوگ آہستہ آہستہ جامع مسجد کی طرف چل رہے ہیں، مجھے یاد ہے کہ یہ وہی جامع مسجد ہے جو میرے گھر سے قریب ہی تھی۔ جہاں سے روزانہ مؤذن اللہ اکبر کی صدائیں دن میں پانچ مرتبہ لگایا کرتا تھا۔ اور میں تھا کہ میرے پاس وقت ہی نہ تھا کہ مسجد میں جاؤں اور مالک کائنات کے سامنے اپنے مجرمانہ کردار کی معافی مانگوں۔ لیکن اب جبکہ میری عمر پچاس کو پہونچ رہی ہے، میں نے نماز پڑھنے کی نیت کر لی تھی، اس کا ہر ایک کو علم تھا اور میں نے اپنے دوستوں سے بھی تذکرہ کر دیا تھا کہ میں اب نماز شروع کرنے والا ہوں اور اپنی پرانی زندگی کی تمام برائیوں سے توبہ کرنے والا ہوں۔ ہاں۔ ہاں۔ اگر یہ حادثہ (میری موت) نہ ہوا ہوتا تو مستقبل میں میں اچھا آدمی بن جاتا، ہاں اگر یہ حادثہ ناجعہ نہ ہوا ہوتا؟

اور ایک بار پھر وہی آواز میرے کانوں میں گونجی..... نہ جانے کہاں سے آرہی تھی..... "وہ گیا، ختم ہو گیا۔

اب پھر لوگ میرے تابوت کو کاندھوں پر اٹھا کر چل پڑے تھے معلوم ہو رہا تھا کہ میری نماز جنازہ ہو چکی ہے۔ میرا جنازہ پاس ہی محلہ کے ہوٹل کے سامنے سے گذر رہا تھا احباب..... وہ احباب جن کے ساتھ میں تاش کھیلا کرتا تھا۔ کے فلک شگاف قہقہے میرے کانوں تک پہونچ رہے تھے، شاید انھیں میری موت کا علم نہ رہا ہوگا، یہ آوازیں بھی آہستہ آہستہ مجھ سے دور ہوتی جارہی تھیں لوگ میرا جنازہ لے کچھ آگے نکل آئے تھے، تابوت کا اگلا حصہ بلند ہوا محسوس ہو رہا تھا یہ قبرستان کا وہ ٹیلہ ہے جس کے پاس ہی میری قبر تیار ہے، اب لوگ مجھے لیکر اسی ٹیلہ پر چڑھ رہے تھے، لیکن میں محسوس ہو رہا تھا کہ بارش کے قطرے جابجا سرایت کر چکے ہیں، کیونکہ اب بارش تیز تھی، میں نے تابوت کے باہر سے آنیوالی آوازوں پر کان لگائے، دوست واحباب کسادبازاری کا تذکرہ کر رہے تھے، کچھ تھے جو الکشن میں کامیاب ہونے والے نمائندوں کی تعریف میں محو تھے۔

اچانک ایک شخص جو میرے جنازے میں شریک تھا دوسرے سے سرگوشی کے انداز میں کہنے لگا کہ اس کمبخت کو آج ہی مرنے کو رہ گیا تھا، ہمیشہ کا منحوس تھا۔ دیکھنا اس کے جنازے میں کیا شریک ہوئے سر سے قدم تک پانی میں شرابور ہیں..... یقیناً معاملہ کچھ مشکوک ضرور ہے جو میں سن رہا ہوں اس میں کچھ نہ کچھ شک ضرور ہے، ورنہ میرے وہ دوست جن کی خاطر میں نے کیا کیا قربانیاں دی ہیں، ہرگز ہرگز میرے ساتھ یہ برتاؤ نہیں کر سکتے۔

اب ہمارا جنازہ قبرستان پہونچ گیا ہے، لوگوں نے تابوت کندھوں سے اتار کر نیچے رکھا، غلاف اتارا، ایک ایک کی

ہاتھ ہماری لاش کی طرف لپکے، لاش کو تابوت سے باہر نکالا اور قبر کی گہرائیوں میں اتارنے لگے.... جس میں بارش سے کچھ پانی بھی جمع ہو گیا تھا۔

افسوس... ابتک مجھے اپنے قبر میں اتارے جانے کا خیال کیوں نہیں آیا تھا، اس سے پہلے میں نے یہ سب کیوں نہیں سوچا تھا، افسوس... اب کون ہے جو میری چیخ وپکار سنے، صد افسوس کوئی نہیں۔

دوستوں نے مجھے قبر میں رکھ کر مٹی بھی ڈالنا شروع کر دی اور ہر ایک دوسرے پر اس میں سبقت لے جانا چاہتا تھا۔

اب میں تن تنہا قبر کی گہرائی اور بھیانک تاریکی میں تھا۔ قبر کا خوفناک سناٹا، سخت بے چینی وکرب کا عالم.... میں نے پوری عاجزی، جس کا کچھ بھی اندازہ نہ تھا، اور دل کی گہرائیوں سے دعا کرنی شروع کی۔ خداوندا! کیا اب مجھے دوبارہ عمل کا موقع نہ ملے گا؟ پروردگار ایک موقع اور دے، تیرے احکامات پر عمل کر لوں، تیرا محبوب سا بندہ بن جاؤں، جیسا تو چاہتا ہے اس سانچے میں ڈھل جاؤں تاکہ تو میری قبر کو جنت کا ایک باغیچہ بنا دے۔

پھر میرے کانوں میں وہی ڈراؤنی اور وحشتناک آواز گونجی۔ "وہ گیا، ختم ہو گیا"

مجھے اس مٹی کے گرنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی جو لوگ مجھ پر ڈال رہے تھے اور میں مٹی میں دفن ہو رہا تھا، مٹی کی ہر مٹھی جو مجھ پر گرتی تھی، میرے لئے بجلی کی کڑک تھی جس سے سارا وجود لرز جاتا تھا۔

اس آخری جد وجہد اور یاس کے عالم میں میں بلبلا اٹھا اور میں نے آنکھیں کھول دیں...... یہ کیا؟ میں تو اپنے نرم وگداز بستر پر، اپنی مخصوص خوابگاہ میں ہوں، یہ میرا کمرہ ہے، اف..... یہ کابوس تھا، میرے عزیز دوست مجھے پکڑ کر بیدار کرنے کی کوشش کر رہے تھے، اور چیخ رہے تھے.... وہ گیا، ختم ہو گیا، دیکھو تم خیریت سے ہو نا، وہ کابوس تھا، گیا ختم ہو گیا۔

میں آہستہ سے اپنے بستر پر سیدھا ہو گیا، پورا بدن عرق آلود تھا، معلوم ہو رہا تھا کہ میرے جسم کا کئی من وزن یکایک کم ہو گیا ہے، باہر زور کی بارش ہو رہی تھی اور مکان بجلی کی کڑک سے لرز لرز اٹھتا تھا۔

باقی صـ۱۴ پر

غیر مسلموں کے درمیان دعوتی کام اور اُس کا اُسلوب

مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

ذیل کا مضمون مولانا محمد ثانی میموریل سوسائٹی کی جانب سے "دعوت وفکر اسلامی" کے موضوع پر مورخہ ۱۴، ۱۵، ۱۶ نومبر ۱۹۹۲ء کو رائے بریلی میں منعقد ہونے والے سیمینار میں پڑھا گیا۔ شکریہ۔ (ادارہ)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کائنات کی بے شمار مخلوقات میں انسان کو ایسے شرف سے نوازا ہے جس میں دوسری کوئی مخلوق شریک وسہیم نہیں، بساط گیتی پر جب ہم ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ جمادات نباتات، حیوانات کی بکھری ہوئی کہکشاں میں احساس وشعور، وجدان وآگہی بصیرت وواقفیت کی دولت سے صرف انسان کو نوازا گیا ہے۔

جمادات وجود تو رکھتے ہیں لیکن نشو ونما سے عاری ہیں، یا اگر کسی درجہ میں تسلیم کیا جائے تو یہ عمل اتنا ضعیف اور خفیف الحرکت ہے کہ عام مشاہدہ کی گرفت سے باہر ہے جب کہ نباتات میں وجود کے ساتھ نشو ونما کی کیفیت بھی پائی جاتی ہے، تخم ریزی کے بعد ایک تناور درخت کی شکل میں تدریجی ارتقا نشو ونما ہی کے عمل سے عبارت ہے لیکن حرکت ونشاط کی مطلوبہ کیفیت اس میں بھی نہیں پائی جاتی۔ حیوانات ہر چند کسی درجہ میں احساس وشعور بھی رکھتے ہیں لیکن احساس وشعور طبعی احتیاج کی تکمیل تک ہی کسی قدر ساتھ ان کا دے سکتے ہیں ایسا احساس وشعور جو ذمہ دارانہ ہو اور ابتکاری عمل اور اختراعی نظریہ کو پیکر دینے کی صلاحیت رکھتا ہو اس سے وہ بھی عاری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تکلیف کا جوا ان کے کاندھوں پر نہیں رکھا گیا۔

لیکن انسان جو وجود بھی رکھتا ہے نشو ونما، حرکت واحساس اور شعور ووجدان کی دولت سے مالا مال و نہال ہے، عروج وزوال کے فسانے اسی کی ذات سے مرقوم ہونے چاہیے تھے۔ لہٰذا مکرمت، عزت، شرف وفضیلت کا مرصع تاج اسی کے سر پر رکھ کر عروس کائنات بنایا گیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا۔

ترجمہ:۔ اور تحقیق کہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت عطا کی، خشکی اور تری میں اس کو سر بلند کیا، اور پاکیزہ غذا سے نوازا اور بہت سی مخلوقات پر ہم نے اسے ایک امتیازی شان بخشی۔

یہ وہ انسان ہے جو مکلف ہے صحیح راستہ پر قائم رہنا اور دوسروں کو قائم رکھنے کی انتھک کوشش کرنا اس کی فطری ذمہ داری ہے، اس لیے کہ اس کی تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے مخلوق کو خالق سے جوڑ دے اور بندے کو معبود سے ملا دے۔ رستم کے دربار میں حضرت ربعی بن عامرؓ کا پر شکوہ اور جرأت مندانہ اعلان اسی کا غماز ہے، اور اسی فرض منصبی کی بازگشت ہے جس سے ایوان رستم میں زلزلہ طاری ہو گیا اور عزم وجزم اور زعم ودانش کے بہاڑ ریت کے تودے ثابت ہوتے چلے گئے۔ ان کا جواب تھا۔

"ہم کو اللہ نے اسی لیے بھیجا ہے کہ جس کے بارے میں اس کی مرضی ہو اس کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں داخل کر دیں اور دنیا کی تنگیوں سے نکال کر آخرت کی وسعتوں میں پہونچا دیں اور مذاہب کی زیادتیوں سے چھٹکارا دلا کر اسلام کے عدل کے سایہ تلے لے آئیں۔" (البدایہ والنہایہ)

اسی فکر ونظر، احساس وشعور بصیرت وفراست کے صالح آمیزہ سے فکر ونظر کی دنیا بدل گئی۔ اور کائنات ارضی میں ایسا انقلاب آیا کہ زندگی مقصد سے آشنا ہو گئی، اور صدیوں سے تپتی ہوئی بے آب وگیاہ وادی میں بہاریں خیمہ زن ہو گئیں ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

حقیقت تو یہ ہے ؎

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ پود سب انھیں کی لگائی ہوئی ہے

اللہ رب العزت نے انسانوں کو پیدا کیا تو بندگی کی چاشنی اس کی فطرت میں رکھی، انسانی زندگی سے اس نشاستہ کو الگ کر دیا جائے۔ (اگر ممکن ہو) تو انسان اپنا وزن اس کائنات میں برقرار نہیں رکھ سکتا ہے، یہی چیز اس کو باوزن بناتی ہے۔ احساس ذمہ داری پیدا کرتی ہے۔ اور تنظیم کائنات میں اس کو محو کر دیتی ہے۔ کیوں کہ اس کا شعور اس کی رہبری کرتا ہے کہ وہ رب کا بندہ ہے۔ رب کی رضا اس کا مقصود ہے لہٰذا وہ خوش دلی کے ساتھ اس کو اختیار کرتا ہے جس سے اس کا رب راضی ہوتا ہے۔ اور اس سے وہ پہلو بدل لیتا ہے جس میں یہ حقیقت معدوم ہوتی ہے۔ لہٰذا اس پیکر سپاس وطاعت کو ان الفاظ سے مخاطب کیا گیا

"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ۔"

اب دنیا میں بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

خیر امت کے لقب سے نواز کر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو داعیانہ ذمہ داریوں کے احساس میں اور بھی شدت پیدا کر دی ہے۔ جس کی رو سے ان پر لازم آتا ہے کہ یہ امت محمدی جسے قرآن کی وراثت سونپی گئی ہے ان غلطیوں سے بچے جن غلطیوں کی بنا پر بنی اسرائیل کو دنیا کی امامت اور رہنمائی سے معزول کر کے اس امت کو اس منصب پر فائز کیا گیا ہے، لیکن امت کی بے توجہی، بے خبری اور غفلت نے آج اس قوم کو موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا کر دیا ہے۔ خیر امت کے لقب سے نوازے جانے کے باوجود اپنی فضیلتوں اور ذمہ داریوں سے ناواقفیت یا عدم توجہی کی باتوں ہی کی طرف علامہ اقبال نے اپنی نظم "شمع اور شاعر" میں اس امت مسلمہ کی توجہ مبذول کرائی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا
دانہ تو کھیتی بھی تو، باراں بھی تو حاصل بھی تو
آہ! کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے
راہ تو رہرو بھی تو، رہبر بھی تو منزل بھی تو
کانپتا ہے دل ترا اندیشۂ طوفاں سے کیا
ناخدا تو بحر تو دریا بھی تو ساحل بھی تو
دیکھ آکر کوچۂ چاک گریباں میں کبھی
قیس تو لیلیٰ بھی تو صحرا بھی تو محمل بھی تو
وائے نادانی! کہ تو محتاج ساقی ہو گیا
مے بھی تو مینا بھی تو ساقی بھی تو محفل بھی تو

بے خبر! تو جوہر آئینۂ ایام ہے
تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

پھر وہ کہتے ہیں۔

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثال بحر بے پایاں بھی ہے
سینہ ہے تیرا امیں اس کے پیام ناز کا
جو نظام دہر میں پیدا بھی ہے پنہاں بھی ہے
ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ وتفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

تسخیر کائنات کا یہی وہ مقام ہے جس کی فرازوں کو ایک مومن ہی تسخیر کر سکتا ہے۔ اسی وجہ سے اسے خیر امت کا لقب دیا گیا ہے۔ لیکن آج ہمیں اس کا جائزہ لینا ہے کہ آیا ہم بحیثیت مسلمان اور اسلام کے شیدائی ہونے کے اس فریضہ کو کہاں تک ادا کر رہے ہیں۔ اور اس کے لیے کیا طریقۂ کار اپنا رہے ہیں، اس میدان میں ہمارے اکتسابات کیا ہیں۔ وہ زمانہ اور ماحول کے اعتبار سے کس حد تک صالح اور مفید ہیں، اسی کے ساتھ ہمیں یہ بھی غور کرنا ہوگا کہ دعوتی بنیادوں پر قائم ہندوستان کی دیگر غیر اسلامی تحریکوں نے کیا منہج اختیار کر رکھا ہے۔ اور ان کی کامیابیاں اس میں کس حد تک ہیں۔ اگر ان چیزوں کے بغیر کام شروع کیا گیا تو دعوت اسلامی کا عمل غیر موثر اور کمزور ہوگا۔

ہمیں یہ بھی پیش نظر رکھنا ہوگا کہ برصغیر ہند وپاک، بنگلہ دیش میں، بھارت کو جداگانہ نوعیت حاصل ہے، اور سردست اس مضمون میں بھارت میں دعوت اسلامی اور اس کے طریقۂ کار، منہج واسلوب ہی کا جائزہ مقصود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بھارت ایک عظیم آبادی، نوع بنوع تہذیب، مختلف نظریات، افکار، مذاہب ومسالک اور روایات پر مشتمل ایک بڑا ملک ہے۔ جہاں کی غالب آبادی کفر وشرک کی آماجگاہ میں پل رہی ہے۔ جہاں طبقاتی نظام کی آویزش بھی ہے۔

اور لسانی عصبیت کی کشمکش بھی اور دینی حمیت وغیرت کی آزمائش بھی اور پرستاران باطل کے لیے آسائش بھی۔ لیکن ایک مومن کو تو ایک طرف یہ حکم ہے کہ:

"أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ"

یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اور طاغوت (سرکش طاقتوں) سے الگ رہو۔

تو دوسری طرف اس کے ذمہ دعوت الی الخیر کی یہ ذمہ داری بھی دی گئی ہے:

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ۔

تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو خیر کی دعوت دے۔

ظاہر ہے یہ خیر کی دعوت خود ایمان کی دعوت ہے۔

علامہ بغویؒ نے "خیر" کی تشریح "اسلام" سے کی ہے[۱] (معالم التنزیل) صـ ۳۳۴۔

امام رازی فرماتے ہیں "دعوت الی الخیر" ایک جنس ہے اس کی دو نوعیں ہیں ایک یہ کہ ان کاموں کے کرنے کی ترغیب دی جائے جو مطلوب ہیں اسی کا نام امر بالمعروف ہے دوسری یہ کہ ان چیزوں کو چھوڑنے کی ترغیب دی جائے جو نامطلوب ہیں "اسی کو نہی عن المنکر" کہا جاتا ہے صـ۲۔ حضرت ابو جعفر باقرؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ۔

اور فرمایا:

"اَلْخَيْرُ اتِّبَاعُ الْقُرْآنِ وَسُنَّتِي"

گویا دعوت الی الخیر کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو قرآن وسنت کی اتباع واطاعت کی دعوت دی جائے۔ حضرت مقاتلؒ نے الخیر کا ترجمہ اسلام کیا ہے، شارح جلالین علامہ صاویؒ فرماتے ہیں:

"إِنَّمَا اقْتَصَرَهُ عَلَيْهِ (على الاسلام) لِأَنَّهُ رَأْسُ الْأُمُورِ۔"

صاحب جلالین نے خیر کے معنی صرف اسلام کے لیے ہیں کیونکہ اسلام ہی سارے معاملات کی اساس ہے۔

اس موقع پر حضرت مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی نے بڑی نفیس ودلنشیں انداز، موثر پیرایہ بیان اور منطقی اسلوب میں مومن کے اس ذمہ دارانہ مقام پر روشنی ڈالی ہے، وہ یوں رقمطراز ہیں۔

"آیت کے اس جز میں امت اسلامی کی اعتقادی، اخلاقی اور عملی زندگی کے کامل ومکمل ہونے کا پورا فوٹو آگیا، مطلب یہ کہ اے مسلمانو تم اپنی ذمہ داری پوری طرح محسوس کرو، تم توحید کے امانت دار ہو، زمین پر اللہ کے نائب وخلیفہ ہو بطور اس کی پولیس کے ہو الٰہی قانون کے نفاذ وتحفظ کے لیے دنیا کے نظام عدل کو برقرار رکھنے کے لیے بھیجے گئے ہو۔ تمہاری زندگی کا مشن ہی یہ ہے کہ حکومت الٰہیہ کو چلاؤ نظام حق کے ایک ایک کل پرزہ کو درست رکھو اور نظام باطل کا زور چلنے ہی نہ دو، ظلم ہوتا، اگر اس ذمہ دار فعال ایکزیکیوٹو جماعت کو جدال وقتال کی آزادی نہ ملتی بلا اجازت جہاد، بلا اجازت اجرا حدود وتعزیرات اس قوم پر ذمہ داریاں ڈال دینے کے معنی یہ ہوتے کہ ہاتھ پیر باندھ کر حکم دریا میں پیرنے کا دیا جا رہا ہے۔

کیا تماشہ ہے اگر انگریز ہندوستان میں ستی کی رسم کو جرم قرار دیں تو وہ ملک کے محسن، ہندوؤں میں بچپن کی شادیوں کے دستور کو روک دیں تو ان کا شکریہ واجب لیکن اللہ کا سپاہی اور مالک الملک کے پیارے اگر یہ حق حاصل کرنا چاہیں کہ قانون الٰہی سے بغاوت کرنے والوں اور امن عالم کو غارت کر کے رکھ دینے والوں کی دار وگیر کریں تو "روشن خیالی" کے جبین تحمل پر شکن آجائے۔ اور تہذیب کا پرو پیگنڈسٹ اسے رواداری کے خلاف قرار دینے لگے منکر کے تحت میں آج کے شراب خانہ اور تھیٹر، سینما اور کنسرٹ ہال، ناچ گھر اور میوزک کالج اسکول آف آرٹ اور تصویر خانے سب آجاتے ہیں آیت سے ظاہر ہے کہ اس امت کی خیریت وافضلیت اسی وقت تک ہے جب تک وہ ان صفات کی حامل ہے یعنی ایمان باللہ میں مضبوط ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایجابی وسلبی دونوں قسموں کی اخلاقی خوبیوں پر قائم ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ دعوت الی اللہ سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی کام نہیں، فقہاء نے "دعا الی اللہ" سے یہ استنباط کیا ہے کہ بہترین قولی عبادت دعوت الی اللہ ہی ہے۔

(باقی آئندہ)

غزل

مولانا کفایت اللہ پرتاپ گڈھی مرحوم

گراں معلوم ہوتی ہے متاع زندگی اب تو
کہ بڑھتی جا رہی ہے ان کی شان دلبری اب تو

مثال آئینہ اب دل شکستہ ہوتا جاتا ہے
بہت محبوب ہے ان کو یہ میری خستگی اب تو

بڑی شورش بپا ہے دل کے نازک آبگینے میں
کہیں افشاں نہ ہو جائے مری دیوانگی اب تو

کجا نرگس، کجا سنبل، کجا افسانۂ بلبل
کجا گلہائے رنگارنگ کی جادوگری اب تو

کجا رعنائیاں گلکاریاں انگڑائیاں گل کی
کجا رنگینیٔ بلبل، کجا نوحہ گری اب تو

قفس میں بند ہو کر خوش رہوں صیاد کب تک
کہوں گا کھول کر اک دن میں احوال دلی اب تو

تصور ہی تصور میں چلے آنا چلے جانا
نہ آنکھیں چار ہوتی ہیں نہ ہے نامہ بری اب تو

نہ اب پیغام آتا ہے نہ ہے پیغامبر کوئی
بڑھی ہے آج کل مجھ سے بڑی بیگانگی اب تو

صف ماتم بچھی ہے بزم ناؤ نوش میں ہمدم
نہ ساغر ہے نہ مینا ہے نہ ہے ساقی گری اب تو

لبوں کو بند کر تو اے کفایت غم نہ کر کچھ بھی
کہ حاصل ہو گئی تجھ کو لقائے دائمی اب تو

بقیہ: آہ بڑے بھائی

ہندوستانی انگریزی اخباروں کے مسلم کش رویہ کی برابر شکایت کرتے رہتے اور جب بھی موقعہ ہوتا دین اور زبان کا پورا دفاع کرتے۔

حلم، مروت اور شفقت کے پتلے تھے اور ہمیشہ اپنے کو پیچھے رکھتے۔ گھریلو مسائل میں دلچسپی لیتے تھے مگر اپنی رائے پر زور کبھی نہیں دیتے تھے۔

۱۳ اکتوبر ۱۹۹۲ء کو بعد عصر فالج کا حملہ ہوا۔ بلرامپور اسپتال کے شعبہ ایمرجنسی میں داخل کیے گئے اور ہر ممکن علاج ڈاکٹروں نے مستعدی سے کیا مگر نتیجہ وہی ہوا جو انسانی اندازوں اور ڈھکوسلوں کا ہوتا آیا ہے۔ جمعہ ۱۶ اکتوبر کو عین نماز جمعہ کے وقت جان جان آفریں کے سپرد کی۔ الحمد للہ خاتمہ قابل رشک طور پر ہوا۔ جب تک زبان نے ساتھ دیا کلام مجید کی آیتوں کی تلاوت کرتے رہے اور ایک آدھ دفعہ یہ بھی کہا "سناتا ہے" ہم نافہم اس حالت کو غشی یا غفلت سمجھا کیے حالانکہ دراصل یہ وقت وہ تھا جب ہر مومن کی طرح ان کو برزخ کا مشاہدہ کرایا جا رہا تھا اور کلام ربانی کی تصدیق فرشتے کر رہے تھے۔ اللہ اللہ کیا مرتبہ حاصل ہوا جب زبان بند ہوئی تو تیمار داروں کے مطابق آخری کلمہ یا اللہ ادا ہوا۔ جمعہ کا دن نصیب والوں کو ملتا ہے اور اس سے بڑھ کر خوش قسمتی یہ کہ شیخ وقت حضرت مولانا علی میاں مدظلہ اتفاق سے بغرض عیادت انتقال سے دو ڈھائی گھنٹہ قبل پہنچ گئے اور شب میں بعد نماز عشا اپنے رفیق دیرینہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

جنازہ کی مشایعت بڑے مجمع نے کی اور حسن اتفاق کہ ۴۱ برس کے بعد عیش باغ قبرستان میں جگہ والدہ مرحومہ کی پائینتی ملی۔ سبحان اللہ۔

۷۰ سال کی کامیاب زندگی گذارنے کے بعد اللہ کا بندہ رب قوی کے حضور میں حاضر ہو گیا۔ خدائے آموزگار ان کی مغفرت کرے اور ہم کم نصیبوں کو صبر وشکر کی توفیق دے۔ ان کی اہلیہ جو مولانا عبد الماجد دریابادی مرحوم کی بڑی صاحبزادی ہیں نے غیر معمولی صبر وشکر کا مظاہرہ کیا۔

بظاہر وہ گھریلو معاملات سے الگ تھلگ نظر آتے تھے لیکن اب قدم قدم پر ان کی یاد آتی ہے۔ کتنے بابرکت سایہ اور شفقت سے ہم لوگ محروم ہو گئے اور اپنے کو بے سہارا اور دل شکستہ محسوس کر رہے ہیں۔ کاش ان کی مرنجاں مرنج روش وضعداری اور توکل علی اللہ پر چلنے کی توفیق اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

کیا ان برائیوں کی مخالفت آپ کے نزدیک جرم ہے، بغاوت ہے، بے عقلی ہے

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت اکبر الہ آبادی، اس زمانہ کے مشہور شاعر تھے، ان کا ایک شعر ہے؎

ہم کوئی روشنی کے جلتے جکڑ رہے ہیں
باتیں تو بن رہی ہیں، اور گھر بگڑ رہے ہیں

آپ کے نزدیک یہ محض شاعری ہے، یا اس شعر کا مضمون کچھ درست بھی ہے؟ خود آپ کے گھر کا جائزہ آپ کو کیا بتاتا ہے؟ مسلمانوں کا گھر آج آباد ہو رہا ہے، یا اجڑ رہا ہے؟ آپس میں اتحاد و اتفاق قائم ہوتا جاتا ہے، یا روز بروز نفاق اور بڑھتا جاتا ہے؟ مذہبی زندگی آپ میں پیدا ہوتی جاتی ہے، یا اور مٹتی جاتی ہے؟ اپنے پروردگار سے آپ نزدیک و مانوس ہوتے جاتے ہیں، یا اور دور و نامانوس ہوتے جاتے ہیں؟ آپ کی اولاد کے اخلاق بہتر ہوتے جاتے ہیں، یا اور بگڑتے جاتے ہیں؟ دنیا پر آپ حاکم ہوتے جاتے ہیں یا اس کے برعکس دنیا آپ پر غالب آتی جاتی ہے؟ شراب خوری، جنگ جوئی، سود خواری، خود غرضی، رشوت، جعل، مکر، کی بیماریاں گھٹ رہی ہیں، یا ان کا زور اور بڑھ رہا ہے؟ دل ایک دوسرے کی جانب جھک رہے ہیں یا ایک دوسرے کی طرف سے ہٹ رہے ہیں؟

آپ کہتے ہیں کہ ترقی کا اندازہ مادی دنیا کے واقعات سے کرنا چاہیے، بہتر ہے، زندگی کے روحانی و اخلاقی پہلوؤں سے قطع نظر کیجئے اور جانچ اور اندازہ کے لیے صرف مادی و جسمانی زندگی ہی کو پیش نظر رکھیے۔ غرض یہ ہے کہ طاعون اور ہیضہ، چیچک اور فالج اور دوسری بیماریاں اور وبائیں مٹتی جاتی ہیں یا اور زیادہ پھیلتی جا رہی ہیں؟ پرانی بیماریاں ناپید ہوتی جاتی ہیں یا روز نئی بیماریاں ظہور میں آتی جاتی ہیں۔ ناگہانی جوان موتوں کی کثرت تعداد کی بابت خود آپ کا ذاتی مشاہدہ آپ کو کیا بتا رہا ہے؟ نوجوانوں کی آنکھیں اب جس کثرت سے عینک کی محتاج ہیں، کیا ہمیشہ سے ایسی ہی تھیں؟ جیل خانوں کی آبادی گھٹ رہی ہے یا بڑھ رہی ہے؟ نئے نئے قسم کے جرائم روز بروز پیدا ہوتے جاتے یا صورت حال اس کے برعکس ہے؟ سینما کی ایجاد سے جرائم کی تعداد میں ترقی ہوئی ہے یا تنزل؟ تھیٹروں کے وجود سے خانگی زندگی کی راحتوں اور مسرتوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، یا مصیبتوں اور غمگینیوں میں؟ موٹروں، ریلوں، جہازوں اور ہوائی جہازوں کے حادثات انسانی زندگیوں کو تلخ و پرحسرت بنا رہے ہیں، یا مسرور و خوش نصیب؟ معاش کی طرف سے بے اطمینانی پھیلتی جاتی ہے، یا مٹ رہی ہے؟ ضروریات زندگی کی گرانی، جیسی اب عام ہے، کیا ہر زمانہ میں ایسی ہی رہی ہے؟ مفلسی و دولت مندی کے فوری اتار چڑھاؤ کے تماشے جو آج ہر طرف نظر آ رہے ہیں، کیا ہر زمانہ میں ایسے ہی ہوتے آئے ہیں؟ بینکوں کے دیوالے نکل جانے، تجارتوں میں ٹوٹا پڑنے، اور کمپنیوں کے یکایک بیٹھ جانے اور پھر ان کے نتیجہ کے طور پر دیوانگی اور خودکشی کے واقعات سے جس کثرت کے ساتھ آج دنیا روشناس ہو رہی، کیا یہ صورت ہمیشہ سے قائم ہے؟

کیا آپ اس صورت حال پر رضامند اور مطمئن ہیں؟ اگر نہیں، تو کیا پھر کوئی فرض آپ کے ذمہ عائد نہیں ہوتا؟ کیا اس کے دور کرنے یا کم از کم اس کی تلخیوں کے کم کرنے کی کوشش کرنا، آپ کے خیال میں غیر ضروری ہے؟ یہ بھی نہ سہی تو اس سے خود اپنے تئیں بچانے کی کوشش کرنا کیا آپ کے نزدیک بغاوت ہے، جرم ہے، بے عقلی ہے؟

منقول از سچ۔ ۳۰؍ اپریل ۱۹۳۶ء

گذارش

خط و کتابت نیز منی آرڈر کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں
خریداری نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں کم سے کم جس نام سے آپ کا رسالہ جاری ہے

المعہد الاسلامی مانک مئو ضلع سہارنپور کا مختصر جائزہ

المعہد الاسلامی ۸۹ء میں سہارنپور سے پانچ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع موضع مانک مئو میں قائم ہوا، اس ادارہ کا گذشتہ مہینہ میں ایک اجلاس عام ہوا تاکہ لوگوں کو اس کی خدمات سے روشناس کرایا جا سکے اور اس کی اہمیت و ضرورت اور افادیت کا پہلو سامنے لایا جا سکے۔ جس میں مدرسہ کی دعوت پر دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نمائندے کی حیثیت سے جناب مولانا عبداللہ صاحب حسنی ندوی استاذ حدیث اور استاذ تفسیر جناب مولانا محمد رضوان صاحب ندوی تشریف لے گئے۔ سہارنپور دوآبہ کے ان اضلاع میں سے ہے جو اپنی مردم خیزی اور شادابی میں مشہور و معروف ہے نیز اس علاقہ کی اسلامی تاریخ بہت شاندار رہی ہے جو محتاج تعارف نہیں ہے۔ واقعی اس علاقہ میں آج بھی دین کی تعلیم و ترویج اور تبلیغ و اشاعت کا جو کام انجام پا رہا ہے وہ نسبتاً دوسرے علاقوں میں کم ہے۔

المعہد الاسلامی کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نہج پر اپنی تعلیمی و تربیتی کارواں کو اس علاقہ میں آگے بڑھا رہا ہے اور اس کی افادیت بھی سامنے آ رہی ہے۔ اس سلسلہ میں نوجوان فاضل مولانا محمد ناظم صاحب ندوی کی مساعی جمیلہ قابل تحسین ہیں انھوں نے اس ادارہ کو بہت متوازن انداز میں ترقی دینے کی ہر ممکن سعی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دو سال کی کم مدت میں اس ادارہ نے خاطر خواہ ترقی کی ہے۔ ان حضرات نے جلسہ کے مختلف پروگراموں میں شرکت کی۔ بچوں اور بچیوں کے پروگرام جو عربی، اردو، فارسی، ہندی اور انگلش زبانوں میں ہوئے اس پر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور مدرسہ کی کارکردگی کا انھیں اندازہ ہوا۔ اللہ اس کو قبول فرمائے اور مزید ترقیات سے نوازے۔

لیکن اس کے ساتھ یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ مدرسہ کے پاس طلباء کی تعلیم کے لیے درسگاہ، قیام کے لیے رہائش گاہ، مطالعہ کے لیے لائبریری کا ابھی تک کوئی مستقل انتظام نہیں ہو سکا ہے۔ وسائل و اسباب کی قلت کی بنا پر صرف چار کمرے ایک مسجد نما چھپر اس کا کل سرمایہ ہے۔ جس میں نماز کے وقت مسجد، تعلیم کے اوقات میں درسگاہ، اور آرام کے وقت آرام گاہ نیز مطالعہ کے لیے لائبریری کا کام انجام پاتا ہے۔ جبکہ مقیم طلباء کی تعداد ۱۴۰ ہے اور جملہ مقامی طلبہ و طالبات کی تعداد ۳۰۰ سے متجاوز ہے۔ تعمیرات کے لیے کچھ اراضی خرید لی گئی ہے ...... جو اہل خیر حضرات کی مدد و اعانت کی محتاج ہے۔ امید کہ اہل خیر حضرات اس کی طرف ضرور توجہ فرمائیں گے۔

مدرسہ "المعہد الاسلامی" جو "ایک تحریک، ایک کارواں، ایک دعوت" کا نام ہے اس کے افراد صحیح عقیدہ کے حامل، تعمیری ذہن و فکر کے مالک اور دین کی خدمت و دعوت اسلامی کا سچا جذبہ رکھنے والے ہیں۔ جو پوری تندہی، لگن اور جد و جہد سے کام میں لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی محنتوں کو کامیاب بنائے إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ۔

(ر۔ احمد حقانی)

نورانی تیل
درد، زخم، چوٹ کی بہترین دوا
لیبل پر ڈرگ لائسنس نمبر U-18/77 اور کیپ سیل پر ⊕ مارکہ ضرور دیکھیں
انڈین کیمیکل کمپنی کی کہیں کوئی برانچ نہیں ہے دھوکہ نہ کھائیں۔ مئو کا بنا اصل نورانی تیل مئو کا پتہ دیکھ کر خریدیں۔
INDIAN CHEMICAL MAU, N.B. 275101

مصر میں عورتوں کیلئے مخصوص بسیں

محمد انیس میرٹھی

(عربی سے ترجمہ)

قاہرہ سے نکلنے والے ہفتہ وار رسالہ "آخر ساعۃ" کی حالیہ اشاعت میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں وہاں عورتوں کے حقوق، اور بعض حفاظتی انتظامات کا تذکرہ کیا گیا ہے، تعمیر حیات کے قارئین کی معلومات کے لئے اس کا ترجمہ پیش ہے

مرد اور عورتیں اس جدید نظام کو کیا محسوس کر رہے ہیں؟ کیا وہ اس نظام حیات سے مطمئن ہیں یا وہ قدیم طرز زندگی کو جس میں عورت گھر میں رہکر اپنی ذمہ داریوں کو انجام دیتی تھی، پسند کرتے ہیں۔ نقل و حمل و مواصلات کے ذمہ داروں سے جنھوں نے حال میں عورتوں کے لئے بسوں میں الگ جگہ اور الگ بسوں کا نظم کیا ہے، اس کے بارے میں پوچھا گیا، اور نئے تجربہ کے کیا نتائج نکلے اس کے بارے میں ان کی رائے معلوم کی گئی، تو انھوں نے بیان کیا۔

۱۸۹۶ء میں پہلی مرتبہ قاہرہ میں جب ٹرام چلنا شروع ہوئی تو اس وقت عورتوں کی دنیا صرف ان کے گھروں کی چہار دیواری میں محصور تھی، اس وقت تک نہ تو عورتوں نے عملی زندگی میں قدم رکھا تھا اور نہ ہی عام وسائل مواصلات سے ان کا کوئی تعلق تھا تو لامحالہ ان کو ٹرام میں جگہ ملنا تھی، لیکن اس وقت قاہرہ کی دنیا کچھ اور تھی اور قاہرہ موجودہ وقت سے مختلف تھا۔ ہر چہار سو سکون و اطمینان کی حکمرانی تھی، سڑکوں پر گاڑیاں چلتی لیکن پرسکون اور خالی نظر آتے تھے نہ بھیڑ بھڑکا وہجوم اور نہ شور و شغب، لیکن وقت بدلتا گیا اور انسانی اعداد و شمار میں بھی تیزی سے اضافہ ہوتا رہا۔ عورتوں نے بھی گھر کے آنگن سے عملی میدان کی طرف قدم بڑھایا اور مرد کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر زندگی کے ہر میدان میں حصہ لینے لگیں۔

اب حالت یہ ہو گئی کہ اگر ایک طرف انسانوں کا بڑھتا ہوا سیلاب ہے تو دوسری طرف اخلاقی قدریں پامال ہو رہی ہیں، اچھے اور با اخلاق لوگوں کی جگہ ناخلف و بے ادب آ گئے جس کے نتیجہ میں شریف اور باعزت انسان کا سفر کرنا مشکل ہو گیا۔ مہذب آدمی تو سیٹ چھوڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے لیکن غیر مہذب جھگڑے سے بھی گریز نہیں کرتا جس کے نتیجہ میں ناپسندیدہ واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ لہذا اس سے بچنے کے لئے عورتوں کی مخصوص گاڑیاں چلائی گئیں اور زمین دوز ٹرام (Underground Tram) میں ان کے لئے ڈبے (Compartment) مخصوص کئے گئے جس کے سامنے لکھا ہوتا ہے (For Ladies) اس میں کنڈکٹر اور ڈرائیور کے سوا کسی بھی مرد کا داخل ہونا منع ہے عورتیں ان میں بغیر کسی مزاحمت کے بڑے سکون سے سفر کرتی ہیں اور اس کی مقبولیت روز بروز عام ہوتی جا رہی ہے۔ چند ناعاقبت اندیش لوگوں نے یہ آواز اٹھائی کہ یہ تو محلات کی عورتوں کے زمانہ کی طرف واپسی ہے۔ مگر ان سے کون کہے کہ گاڑیوں میں مرد و عورت کا ایک دوسرے پر گرنا، نفسی نفسی کا عالم، بڑے چھوٹے کی حق تلفی یہ باتیں انسان کے مقام اور اس کی قدر و منزلت کو گراتی ہی نہیں بلکہ انسانیت کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ ہیں۔

مصر کی نئی ٹرام

اس نئے نظام مواصلات کا تجربہ چونکہ خواتین کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے خود عورتوں سے اس نئے نظام کے سلسلہ میں ان کی رائے معلوم کرنے کا ایک سلسلہ شروع کیا گیا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اس سلسلہ میں کیا رکاوٹیں ہیں اور خواتین کے کیا نئے مطالبات ہیں۔

اس سلسلہ میں دلچسپ تجربات ہوئے، ان میں سے چند درج ذیل ہیں، ایک خاتون مسافر کا تجربہ۔ میں عبدالمنعم نام کے اسٹیشن سے ٹرام میں سوار ہوئی، وہ ڈبہ خواتین کے لئے تھا، میرے ارد گرد عورتیں ہی عورتیں تھیں جن کے چہروں سے راحت و سکون کے آثار نمایاں تھے۔ ٹرام چلتے ہی کنڈکٹر نے ٹکٹ کاٹنا شروع کیا تھوڑی دیر کے بعد جب یہ ٹرام دوسرے اسٹیشن پر رکی تو عورتوں کا ہجوم اس کی طرف لپکا جن کے پیچھے کچھ مرد بھی تھے، جب مردوں نے چڑھنے کی کوشش کی تو چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں "مرد نیچے اتر جائیں یہ ڈبہ خواتین کا ہے" اور یہ عورتیں اطمینان بخش اور اپنے بارے میں بہتر قدم اٹھائے جانے کے سلسلہ میں محو گفتگو ہو گئیں۔ جب کنڈکٹر اپنے کام سے فارغ ہوا تو میں نے اس سے گفتگو شروع کی کنڈکٹر نے کہا کہ میں روزانہ مشاہدہ کرتا رہتا ہوں کہ اس سے بہت ساری مریض نابینا، ضعیف ناکس و ناتواں اور تنہا سفر کرنے والی خواتین کو کتنا فائدہ ہوا عورتوں کو راحت و آرام اور بہت ساری پریشانیوں سے نجات دلانے میں یہ سب سے بہتر قدم اٹھایا گیا ہے اس سے اغوا اور اس جیسے بہت سارے گھناؤنے جرائم کا سدباب ہو گیا، لیکن اس سے ہم کو کچھ نقصان بھی ہے وہ یہ کہ عورتیں عام طور سے صرف صبح و شام سفر کرتی ہیں باقی اوقات میں یہ گاڑیاں خالی چلتی ہیں۔ اور جہاں تک میرا تعلق ہے میں اس بات کی فکر میں رہتا ہوں کہ دیکھوں سب خواتین بڑے اطمینان سے سفر کر رہی ہیں، اور چونکہ میں ان کے درمیان تنہا مرد ہوں اس لئے میری خواہش ہے کہ ایسی گاڑیوں میں کنڈکٹر بھی عورت ہی ہو۔

میری دوسری جانب دو لڑکیاں آکر بیٹھیں جن کی گفتگو کا محور بھی اس نظام کی ستائش تھی، ان میں سے ایک نے اظہار کرتے ہوئے کہا کہ خدا کا فضل ہے اس نظام سے ہم کو بہت راحت ملی، دیکھو نا سفر کی تکلیفوں اور ازدحام کی پریشانیوں سے ہم کو بالکل نجات مل گئی ہے، ہر جگہ تمام مواصلات میں یہ نظام ہونا چاہیئے لیکن مجھے ان لوگوں پر بڑا تعجب ہے جو اپنی ماں بہنوں اور بیوی بیٹیوں کے مفاد اور ان کے راحت و آرام کو پس پشت ڈال کر کہتے ہیں کہ یہ تو محلات (پردہ نشیں) کی عورتوں کے زمانہ کی طرف واپسی ہے، اور اس کو ناپسند کرتے ہیں، ان کو چاہیئے کہ وہ اس سے اچھا یا اس کا متبادل طریقہ بتائیں۔

اثنائے کلام ایک اور عورت آئی اور کہنے لگی فی الحال تو میں پنشن یافتہ (Retired) ہوں کچھ پہلے کی بات ہے کہ جب میں سفر کیا کرتی تھی تو بسوں میں مردوں کا تو آپس میں نزاع ہوتا تھا لیکن ہر آدمی نہایت ادب و احترام سے عورت کے حق میں سیٹ چھوڑ کر کھڑا ہو جاتا تھا اور اب حال یہ ہے کہ بس آتی ہے مرد بازو کے بازو سے دھکے مارتے ہوئے چڑھ جاتے ہیں اور صنف نازک ان کے دھکے برداشت کرتی ہے ایک چڑھتی تو دوسری گر جاتی ہے کسی طرح اندر داخل ہوئے تو سیٹ ملنا دشوار، اترنا چڑھنا دشوار، ہمارے لئے گاڑیوں میں سفر کرنا وبال جان بن گیا اور یہ بے ادب ناخلف جو میری اولاد کے برابر ہیں اور آج مجھ سے سیٹ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ خدا اس نئے نظام کو دن دونی رات چوگنی ترقی دے یہ عورتوں کے لئے بہت اچھا اور آرام دہ ہے۔

خواتین کیلئے مخصوص بس

انجینئر محمد کمال حمدی کا کہنا ہے کہ آبادی کی کثرت اور مسافروں کی بھرمار خاص طور سے صبح اور دوپہر میں ہمارے لئے سب سے بڑی مشکل کا باعث تھی، بہت غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ عورتوں کے لئے مخصوص بسوں کا انتظام کیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس کی مقبولیت معلوم کرنے کے لئے میں نے کئی سفر کئے اس کی کامیابی کا اندازہ اس سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ غیر اخلاقی جرائم

مثلاً عورتوں کو پریشان کرنا گاڑیوں سے کھینچ کر نکالنا وغیرہ انسانیت سوز جرائم کم ہوگئے اور اور اخلاقی قدروں کی پامالی کا قدرے انسداد ہوگیا اور عنقریب عورتیں عزت و سکون سے سفر کرنے لگیں گی، اور اور وہ لوگ جو اس نئے نظام کو عورتوں کو محلات کی عورتوں کے زمانہ کی طرف واپسی بتلاتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ نظام تو خواتین کی عزت و تکریم اور ان کی قدر و منزلت کی بحالی کا ایک راستہ ہے نہ کہ ان کی اہانت و تذلیل۔ اور ہجوم و اختلاط مرد و عورت دونوں کی تکریم میں مخل ہے، اور جو لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ نظام چلنے والا نہیں کیونکہ اگر کسی کے ساتھ اس کی بیوی، بیٹی یا بہن ہو تو وہ کس طرح سفر کرے گا ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ اس وقت ہے جبکہ عورت اکیلی ہو اگر اس کا کوئی قریبی عزیز اس کے ساتھ ہے تو یہ عورت اس کی معیت میں چل سکتی ہے، یا دونوں علیحدہ علیحدہ سوار ہوں اور اسٹیشن پر ہمراہ ہوجائیں۔

عورتوں کے لئے مخصوص گاڑی اس سے قبل بہت کم سننے میں آئی اور اب بھی یہ ایک اجنبی اور انوکھی چیز معلوم ہوتی ہے۔ اسی سلسلہ میں تقریباً تین بجے میں ایک بس اسٹینڈ کی طرف گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ وہاں پر مرد و عورتوں کا ایک جم غفیر جمع ہے یہ سب لوگ بس کے منتظر تھے چند لمحے بھی نہیں گزرے تھے کہ سامنے سے ایک بس آتے ہوئے نظر آئی یہ سب لوگ اس کی طرف لپکے جب وہ رکی تو چند اشخاص نے دیکھ کر کہا کہ "او ہو یہ تو خواتین کی بس ہے" یہ کہہ کر پیچھے ہٹ گئے، لیکن بعض لوگوں نے جو اس سے ناواقف تھے دوسرے دروازے سے چڑھنا چاہا تو کنڈکٹر نے چلا کر کہا یہ خواتین کی بس ہے آپ لوگ نیچے اتر جائیں۔ بس رکنے کے دوران میں نے سنا عورتیں اس کے بارے میں رائے زنی کر رہی تھیں، ایک طالبہ کو سنا وہ کہہ رہی تھی کہ یہ نظام ...... سے نے

نعمت ہے جس کے ذریعہ ہم کو زحمت اور پریشانیوں سے نجات مل گئی ہے

باقی صفحہ ۲

بقیہ: اسلام میں مساجد کی اہمیت

کا بندوبست ہوجائے۔

اسطرح انشاء اللہ آئندہ کے لئے بھی یہ سارے مقامات محفوظ ہوجائیں گے مصلی اور پلازہ کا جہاں نظم ہوجائیگا وہاں انشاء اللہ مسلمان خود بخود نماز، طہارت اور دینی تعلیم سے جڑ جائیگا۔

مالدار لوگ امت پر احسان کریں

اب رہا یہ سوال کہ کون کرے اور کیسے ہو اسکا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں میں سیٹھ اور ساہوکاروں کی کمی نہیں ہے، شادی بیاہ میں لاکھوں لاکھ خرچ کرتے ہیں اگر یہ لوگ اس طرف توجہ کریں اور گاؤں کی مسجدوں کے علاوہ، عیدگاہوں اور قبرستانوں میں پانی وغیرہ کے انتظام کیلئے رقم خرچ کریں تو امت اور ملت پر انکا بڑا احسان ہوگا، اور یہ خود اللہ رب العزت کے دربار میں اجر عظیم کے مستحق قرار پائیں گے، اسمیں کوئی بڑی رقم بھی خرچ نہیں ہوگی، علاقہ کے لوگ خود ہی کر سکتے ہیں، کیونکہ بڑی عالیشان عمارتیں اور بلند مینارے بنانے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ معمولی چھپر ایک مصلی اور کچھ شطرنجیوں سے

دیہات اور قصبوں میں مساجد کی خبر لیجئے

ان قابل احترام جگہوں کے تحفظ کیلئے راقم الحروف یہ ضروری سمجھتا ہے کہ مسجدوں، عیدگاہوں اور قبرستانوں کے وسعت و پھیلاؤ نیز آنے جانے والوں کی تعداد کا لحاظ کرتے ہوئے استنجا خانوں اور فلش لیٹرین کے ساتھ ساتھ کنویں، بورنگ اور واٹر پمپ کا انتظام اب ضروری ہوگیا ہے۔ دیہات و قصبات کی مساجد کی خبر لیجئے انکی بڑی بھاری تعداد غیر آباد ہے جس کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں لیکن ایک بڑی وجہ پانی اور طہارت خانوں کا نظم نہ ہونا ہے، عیدگاہوں اور قبرستانوں کی بڑی وسیع اور کشادہ جگہیں اللہ کے فضل سے اب بھی محفوظ ہیں کیا ہی اچھا ہو کہ جن لوگوں کے زیر انتظام یہ قابل احترام مقامات ہیں وہ آئندہ بھی ان کی حفاظت کے اسباب و ذرائع پیدا کردیتے، مثلاً عیدگاہوں اور قبرستانوں کے آس پاس کی زمینوں میں مسلمانوں کو آباد کرنا، کنویں میں بورنگ اور واٹر پمپ لگانا، وضو کرنے اور نماز پڑھنے کے ضروری سامان کا وہاں چھوڑے رکھنا جیسے مصلے اور شطرنجیاں در قبلہ رخ پر کوئی سائبان اور چھپر ڈال دینا جس سے اطراف میں بسے مسلمانوں کے دینی تعلیم

کام ہوجائیگا۔

جہاں کام آسان نہیں

ہم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہماری بے شمار مسجدیں اور دوسرے قابل احترام مقامات آثار قدیمہ کے تحت حکومت کے قبضہ میں ہیں، وہاں تو ہم سردست کچھ بھی نہیں کر سکتے نیز جو مقامات اوقاف کے تحت ہیں ان میں بھی یہ سب کام آسان نہیں، البتہ جن علاقوں کی مساجد، عیدگاہیں اور قبرستان مسلم متولیوں، کمیٹیوں اور ٹرسٹیوں کے زیر انتظام ہیں وہاں یہ کام کچھ مشکل نہیں۔

امت کیلئے ساری زمین مصلیٰ ہے

مضمون کے اختتام پر یہ بات عرض کردینا کافی سمجھتا ہوں کہ شہری آبادی میں فلیٹ سسٹم جاری ہوگیا ہے آبادی کے پھیلاؤ کی بنا پر اب اونچی بلڈنگوں کی تعمیر ضروری ہوگئی ہے، ایسی صورت میں اسے نہ بھولنا چاہیئے کہ اسطرح کی گنجان آبادی اور فلیٹوں میں نماز کی ادائیگی کیلئے ہر ایک کا مسجد پہنچنا ممکن نہیں ہوتا، لہٰذا مسلمانوں کو یہ بھی کرنا ہوگا کہ جہاں پانچ، دس مسلم خاندان کسی فلیٹ میں رہتے ہوں یا اہل ایمان کی فیکٹریاں اور دوکانیں ہوں وہ اپنے فلیٹوں، فیکٹریوں اور دوکانوں میں کسی مناسب جگہ مصلی بچھادیں، وضو اور طہارت خانہ کا بھی انتظام کریں، اذان و اقامت منہ سے ہی دی جائے فی الحال لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نہ کیا جائے، اس طرز کو اپنانے سے لاکھوں لاکھ مصلے انشاء اللہ آباد ہوجائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کیلئے ساری زمین مسجد ہے۔

الحمد للہ اس عاجز کے مشورہ دینے پر لوگوں کا اس پر عمل جاری ہوگیا ہے اسی طرح ہر چھوٹے بڑے مسلمان خاندان کو اپنے گھر میں ایک جگہ مصلی بچھائے رکھنا چاہیئے، قبلہ رخ بھی معلوم ہوتا رہیگا اور کبھی کوئی فرد کسی وجہ سے جماعت کے لئے مسجد نہ جاسکا تو گھر ہی میں نماز پڑھ لے اسکے علاوہ نوافل کا بھی اہتمام رکھے، بیوی بچوں کو نماز کی تلقین کرے اور رغبت دلائے، اگر ایسا ہوجائے تو انشاء اللہ عمومی طور پر صلوٰۃ، اقامت کے سانچے میں ڈھل جائیگی۔ اللہ کی ذات سے امید ہے کہ میرے عاجزانہ مشورہ کو قبول کیا جائیگا، اور جہاں بھی مسلمان ہونگے وہاں نمازی نماز ہوجائیگی۔

اللہ رب العالمین ہم سب کی مدد فرمائے۔ (آمین)

المکتبۃ الندویۃ دار العلوم ندوۃ العلماء
کی گراں قدر قابل مطالعہ کتابیں

۱۔ احیاء العلوم (مکمل ۴ جلدیں) عربی	امام غزالی	550/00
۲۔ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر	مولانا ابوالحسن علی ندوی	60/00
۳۔ سماج کی تعلیم و تربیت	مولانا محمد رابع حسنی ندوی	15/00
۴۔ اصلاحیات	مولانا ابوالحسن ندوی	30/00
۵۔ مطالعہ قرآن کے اصول و مبادی	〃	15/00
۶۔ دین و ادب	مذاکرہ، مجلس ادبیات اسلامی اردو	6/00
۷۔ اشارے منزل کی طرف	شاہ محمود عثمانی	40/00
۸۔ سفر نامہ حج اردو	عبدالسلام الدرمی	20/00
۹۔ کاروان زندگی (مکمل چار جلدیں)	مولانا ابوالحسن علی ندوی	150/00
۱۰۔ حیات خلیل قدیم ترتیب	محمد ثانی حسنی ندوی مظاہری	30/00
۱۱۔ حیات عبدالحی	مولانا ابوالحسن علی ندوی	45/00
۱۲۔ صدر یار جنگ	شمس تبریز خاں	20/00
۱۳۔ حسن حیات	شاہ محمود عثمانی	100/00
۱۴۔ سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا	مولانا ابوالحسن علی ندوی	30/00
۱۵۔ موجودہ مسائل کا شرعی حل	مولانا برہان الدین سنبھلی	45/00

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن ندوی کی جملہ عربی، اردو انگریزی تصانیف خصوصی رعایت پر ہم سے طلب کریں۔

NADWI BOOK DEPOT
P.O. Box No. 93
DARUL ULOOM NADWATUL ULAMA LUCKNOW
226007

اسلام میں مساجد کی اہمیت اور اسکی قدریں

(دوسری اور آخری قسط)

مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب ناگپور

مقامی ہو یا باہر کا یہاں سب برابر ہیں۔

حضرت حق جل مجدہ کے اس مقدس فرمان سے اس پر روشنی پڑتی ہے کہ مسجد میں آنے والا چاہے مقامی ہو چاہے باہر کا ہو یہاں کا ہو یا وہاں کا مومن ہے مسلم ہے اللہ کی بندگی کیلئے آیا ہے اس شخص کے مقابلہ میں ہم مسجد میں جتھا بندی نہیں کرسکتے۔

اب ہم اپنے کرتوتوں اور ان حرکات کا جائزہ لیں جو ہم مسجد میں کرتے ہیں موجودہ زمانے میں بعض علماء کرام احتیاط کے پہلو سے ہٹ کر اپنا اپنے مسلک کو ہی دین بنالئے ہیں اور ان کے ماننے والے دوسرے مسلک والوں کو گمراہ اور بددین سمجھنے لگے ہیں مسلک کے اعتبار سے الگ الگ مسجدیں بننے لگیں حنفیوں کی مسجد، شافعیوں کی مسجد، مالکیوں کی مسجد، حنبلیوں کی مسجد، اہل حدیث اور شیعوں کی مسجد، نہ جانے اور کیا کچھ اور کتنے مسلک اور ان کی مسجدیں اب اسمیں مزید اضافہ ہوا بریلوی دیوبندی مسلک بھی سامنے آگئے تب بھی کوئی حرج نہیں تھا کہ ہر مسلمان کسی بھی مسجد میں جاوے اور نماز پڑھکر اللہ کی بندگی کرکے چلتا بنے مگر بہت سی جگہوں پر ایسا نہیں ہوا بلکہ اب تو نوبت کی بات سامنے آئی کہ مسجدوں میں مارپیٹ دھکا مکی کرنے لگے، تھانے میں رپورٹیں دی گئیں اور مقدمے چلنے شروع ہوگئے اب تو بعض مسجدوں میں گولیاں چلنے کی خبر مل رہی ہے غیروں میں جگ ہنسائی کا اس سے بڑا اور کیا فتنہ ہوسکتا ہے۔ توبہ توبہ،

کیا مساجد اس لئے ہیں

کہیں حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے نہ ہونے پر جھگڑا، کہیں یہاں سے اذان پکارو کہیں وہاں سے اذان پکارو، کہیں انگوٹھا چومے تو مارے گئے، کہیں انگوٹھا نہ چومے تو بے آبرو کئے گئے، تو آمین زور کہی تو موت اور کہیں آہستہ کہی تو ڈانٹے گئے اور نظر میں آگئے، کہیں ۲۰ رکعات اور ۸ رکعات تراویح کا ہنگامہ۔ کہیں سلام پڑھا جاتا ہے اگر نہ پڑھیں تو مسجد کے باہر نکالیں جائیں، کہیں مسجدوں کے ساتھ مزاریں لگی ہیں جو زیارت کے قابل ہیں اور جائے عبرت ہیں یہاں وہ سب کچھ کیجئے جو مقامی لوگوں کی شریعت کہتی ہے، کتاب و سنت کی روشنی میں کوئی بات کہی اور کسی فعل سے ذرا انکار کیا پٹ گئے، وہابی، الہابی، بدعقیدہ اور بددین کا خطاب پاکر چلتے بنئے اسی میں خیریت ہے۔

مسائل میں جبر نہ کیجئے

میں ان باتوں میں سے کسی خاص پہلو کو زیر بحث لانا پسند نہیں کرتا، جسے جیسا کرنا ہو کرے۔ لیکن دوسروں پر زور و زبردستی نہیں ...... ہونا چاہیئے کہ اور لوگوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے جیسا ہم کرتے ہیں، البتہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، کے تقاضے کے تحت کسی مشرکانہ فعل پر جیسے قبروں کو سجدہ کرنا، طواف کرنا، ہجڑوں کو نچوانا، طائفیں لانا، قوالیاں کرنا اور گانا بجانا ڈھول تماشے، بانسری منجیرا، ال تال، اور طنبورے کے ساتھ مسجد کے احاطہ میں بنی مزار دل پر اپنی گھڑی ہوئی رسومات ادا کرنا، ایسی حرکتوں پر کسی غیرت مند مومن کو ضرور روک ٹوک کرنی ہی چاہیئے اصلاح کے جذبہ کے ساتھ محبت، نرمی، دانشمندی، دانائی، اور حکمت سے لوگوں کو سمجھانا درست ہے۔ لیکن جہاں یہ محسوس ہو کہ اس روک ٹوک سے اصلاح کے بجائے مزید خرابیاں پیدا ہونگی اور لوگ مسجد کے احاطے میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں برسر جنگ ہوں تو ایسے موقع پر احتیاط ہی بھلی ہے۔

دوسری جانب اس سے کم تر درجہ کے اختلافی مسائل ہیں۔ جیسے خلف الامام سورہ فاتحہ پڑھنا۔ زور سے آمین کہنا، رفع یدین کرنا، ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا یا دونوں ہاتھ سے کرنا، نماز کے بعد کلمہ طیبہ ایک خاص لَے میں جماعتی طور پر پڑھنا اور پڑھانے یا بادام پر اجتماعی شکل میں ذکر اللہ کرنا، ان سب کاموں میں رعایت ہونی چاہیئے کریں تو ٹھیک ہے نہ کریں تو ان کی مرضی، یہ سب کرنے والے لوگوں پر لعنت ملامت نہ کریں، اور نہ کرنے والے کرنیوالوں کو برا بھلا نہ کہیں۔

غیروں کو ہنسنے کا موقع نہ دیجئے

مسجدوں کو اپنے اختلافات کا شکار نہ بنالیا جائے تو زیادہ اچھا ہے اس قسم کے معاملات کے جھگڑے اور ان کی خبریں جب اخباروں میں چھپتی ہیں تو اسلام اور مسلمانوں کی بڑی جگ ہنسائی ہوتی ہے۔ اور موجودہ دور میں ایمان، اسلام، آخرت، سنت، توحید اور اس سے الگ کر بہت سے ضروری اور اہم دعوتی عنوانات پر دعوت کا کام کرنے والوں کے لئے ماحول بہت تنگ ہوجاتا ہے۔ اور غیر مسلموں کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا ہے کہ مسلمان جب ہندوؤں اور غیر قوموں سے لڑنے سے فراغت پاتے ہیں تو پھر آپس میں مارپیٹ کا دور شروع کرتے ہیں اور اپنی عبادتگاہوں تک کو میدان جنگ بنا لیتے ہیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بیسویں صدی کا یہ دور سائنس اور ٹکنالوجی کا دور ہے، انسان چاند پر کمند ڈال چکا ہے اور قدرت کے خزانوں کی کھوج میں بہت آگے بڑھ گیا ہے، ابھی اور قدرت کے خزانوں کی تلاش میں مصروف ہیں، ایسے موقع پر عوام الناس کو قرآنی ہدایات اور سنت کے سانچے میں ڈھالنے پر قائم ہونے کی طرف متوجہ کرنا چاہیئے اور اس کام کے لئے مساجد الحمد للہ بہت مفید ثابت ہو رہی ہیں اور یہ ہمارے دعوتی مراکز ہیں، دینی، عباداتی اور دعوتی مراکز ہی اگر ہم کے اختلافی مسائل کا شکار بنائے گئے جیسا کہ بڑی حد تک اس طرح کے کام میں امت آدھے سے زیادہ منزل طے کرچکی ہے۔ سمجھ لیجئے کہ اب ہماری خیریت نہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ (۵۹۔ الحشر آیت ۲)

آنکھوں والوں اس واقعہ سے عبرت پکڑو۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ

(۳۹۔ الزمر آیت ۱۷-۱۸)

بس میرے ایسے بندوں کو خوشخبری سنا دو وہ لوگ ہیں جو میری بات کو دھیان سے سن کر اس پر اچھی طرح حسن و خوبی کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔

صاحب کتاب امت

ہر مسلمان کو اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ ہم ایک صاحب کتاب امت ہیں، اللہ، یوم آخرت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر ایمان لانا نیز نبی صلعم کی سنت پر قائم رہنا ہمارے دنیا و آخرت کی تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہے، چاہیئے ہم میں لاکھ کمزوریاں ہوں لیکن ہمارے تمام کام کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق ہونے ہی چاہیئے، میں نے جو آئی مساجد کے تعلق سے اس مضمون میں عرض کیں اس کے بارے میں کتاب اللہ کی چند آیات کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

پانی اور طہارت کی اہمیت

اللہ تعالیٰ شانہ نے کتاب مبین میں ارشاد فرمایا: أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۔ (۹۔ التوبہ۔ آیت ۱۹)

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور ادب والی مسجد کا بسا رکھنا اس کے برابر کردیا جو اللہ پر ایمان لایا اور اللہ کے راستے میں جان لڑادی جب کہ اللہ کے یہاں درجہ میں یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے اور ظالم قوم کو اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔

اس آیت میں کئی مضامین بیان کئے گئے ہیں لیکن وہ بات جو اس مضمون سے متعلق ہے یہ ہے کہ بیت اللہ کی زیارت کیلئے آنے والوں کے واسطے پانی کا انتظام کرنا اور مسجد کو آباد رکھنا دونوں چیزیں ایک دوسرے کے ساتھ ملی جلی ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہے۔

وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (۲۲/۲۶)

یاں میرے اس گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کیلئے پاک صاف رکھنا۔"

اسلام میں صاف ستھرے پن سے بڑھکر جو اعلیٰ سطح کی چیز ہے وہ طہارت اور پاکیزگی ہے۔ جسکے بغیر نماز اور دوسری اہم عبادتیں ادا نہیں کی جاسکیں۔

اب یہ بات مان لینے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ مساجد میں صرف صفائی اور چمک دمک نیز ظاہری زینت و آرائش اور ٹیپ ٹاپ کافی نہیں ہے بلکہ طہارت اور پاکیزگی کا نظم مسجد کے ذمہ داروں کی جوابداری ہے اور ان پر لازم ہے کہ مسجدوں کے ساتھ لگی جگہوں پر طہارت خانوں اور کثیر مقدار میں پانی کا انتظام رکھیں اس دور میں یہ بہت ضروری ہے، اس مضمون میں یہ بات بھی لکھنا ہے کہ گاؤں اور قصبوں کی مسجدوں عیدگاہوں حتیٰ کہ قبرستان تک میں مسلم ذمہ داروں اور متولیوں کو چاہیئے کہ بڑی ہوشیاری اور چوکسی سے آنے والے زمانہ میں ان کی حفاظت کی فکر کریں اور ان مقدس مقامات کے بچانے اور محفوظ رکھنے کے جو بھی ذرائع ہوں ان کو بہت جلد اختیار کرلیں (باقی صفحہ ۱۲)

مختصر عالمی خبریں

سعید اشرف ندوی

• ایران اور الجزائر میں شدید اختلاف کے باعث الجزائر نے اپنے سفارت کاروں کی تعداد گھٹا کر تین کردی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ایران اس کے داخلی معاملات میں مداخلت کر رہا ہے۔

• تاجکستان میں کمیونسٹوں اور اسلام پسندوں کے درمیان خانہ جنگی جاری ہے جس میں سیکڑوں افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔

• اسرائیلی حکومت نے نعقب نامی علاقہ میں واقع ایک مسجد کو عجائب گھر میں تبدیل کر دیا ہے جس پر مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا ہے۔

• روسی پارلیمنٹ نے صدر بورس یلسن کے اختیارات محدود کرنے کا بل بھاری اکثریت سے منظور کیا ہے اس بل کے تحت وزراء کی تقرری صدر کے بجائے پارلیمنٹ کی رائے سے طے کی جائے گی۔

• برطانوی حکومت نے ایک ہزار بوسنیائی مہاجرین کو ملک میں داخل ہونے سے روک دیا ہے ان مہاجرین کو برطانیہ کی ایک خیراتی تنظیم اور ریڈ کراس کے تعاون سے لانے کے لیے منتخب کیا تھا۔

• نومنتخب صدر بل کلنٹن کی عبوری انتظامیہ نے بش انتظامیہ کے حسابات کا آڈٹ کرنے کی تیاری مکمل کرلی ہے۔

• اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے ایک قرارداد منظور کی ہے جس کے مطابق سابق یوگوسلاویہ کے علاقہ سربیا وغیرہ کے سمندری علاقوں سے ہر قسم کی تجارتی آمد و رفت پر پابندی عاید کردی ہے۔

• صدر ابراہم لنکن کا تحریر کردہ ایک صفحہ تیرہ لاکھ بیس ہزار ڈالر میں فروخت ہوا ہے جو ایک قلمی نسخہ کے لیے ریکارڈ قیمت ہے۔

• روس نے سال رواں کے دوران اپنی فوج میں ایک لاکھ اسی ہزار فوجیوں کی کمی کردی ہے۔

• لندن کی فحش گلوکارہ میڈونا نے ایک گانے میں اذان کے الفاظ کا استعمال کیا ہے جس پر مسلمانوں نے شدید احتجاج کر کے حکومت سے گانے پر پابندی کا مطالبہ کیا ہے۔

• عالمی بینک نے صومالیہ قحط سے متاثر افراد کے لیے دو کروڑ ڈالر کی امداد دی ہے۔

• امریکہ کے نئے صدر بل کلنٹن ۲۰ جنوری ۹۳ء کو حلف لیں گے۔

• سعودنامہ خلیج ٹائمس کے مطابق اسلامی ٹیلی ویژن ایک سال میں اپنی نشریات شروع کردے گا، اس ٹیلی ویژن سنٹر کا نام اسلامی ٹیلی ویژن ہوگا۔

• افغانستان میں قیادتی کونسل نے اپنے اجلاس میں عبوری صدر برہان الدین ربانی کے عہدۂ صدارت کی میعاد میں ۴۵ دن کی توسیع کردی ہے اس فیصلہ پر عمل درآمد ۲ دسمبر سے نافذ ہے۔

• برطانیہ نے چین کی ناراضگی کے اندیشہ میں ہانگ کانگ میں اپنی جنگی مشقیں منسوخ کردی ہیں۔

• ملیشیا میں عوامی مقامات پر سگریٹ نوشی کے خلاف ایک قانون تیار کیا جا رہا ہے جس کے تحت ان مقامات پر سگریٹ پینے والوں کو ۱۶۰۰ ڈالر یا دو سال کی قید کی سزا دی جا سکتی ہے۔

• روس کے دارالحکومت ماسکو میں دس آزاد ریاستوں کی دولت مشترکہ کے وزراء اعظم کی کانفرنس میں اقتصادی، قانونی، فوجی اور سیاسی شعبوں میں بڑے پیمانے پر تعاون کے بارے میں غور کیا گیا۔

• بوسنیا کی جنگ میں ایک ہزار سے زائد بچے ہلاک اور تیس ہزار سے زائد زخمی ہوئے ہیں۔

• برطانیہ کے وزیر اعظم جان میجر جنوری ۹۳ء میں بھارت کا دورہ کریں گے اور یوم جمہوریہ کی تقریبات میں اعزازی مہمان ہوں گے۔

• جنوبی افریقہ میں پہلا جمہوری انتخاب اپریل ۹۴ء میں ہونے کی توقع ہے اس کی اطلاع ملک کے صدر ڈی کلارک نے دی ہے اور امید ظاہر کی ہے کہ ۹۳ء کے وسط تک افریقی باشندوں کو گوروں کے ساتھ اقتدار میں شریک کر کے ایک عبوری حکومت کی تشکیل دی جائے گی۔

• اقوام متحدہ کے تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق دنیا کی آبادی ۵ ارب ۴۱ کروڑ ۹۰ لاکھ ۴۶ ہزار تک پہونچ چکی ہے۔

• خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز نے بوسنیا میں سربیا کی بربریت پر اظہار افسوس کیا ہے اور یقین دلایا ہے کہ سعودی حکومت بوسنیا کے مسلمانوں کی ہر سطح پر امداد و حمایت جاری رکھے گا۔

✽✽✽✽✽✽

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س: کیا نماز فجر کے بعد سنن و نوافل یا قضاءً عمری پڑھ سکتے ہیں؟

ج: نماز فجر کے بعد سنن و نوافل نہیں پڑھ سکتے ہیں، فرض نمازوں کی قضا (قضائے عمری) پڑھ سکتے ہیں۔

س: ایک پیر ہیں جو نماز نہیں پڑھتے تو کیا ان کا مرید بننا درست ہے؟

ج: نہیں ایسے پیر کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔

س: کیا عورتیں بال ترشوا سکتی ہیں؟

ج: نہیں! عورتوں کا بال ترشوانا شرعاً درست نہیں ہے۔

س: کیا عورتوں کے لیے پردہ کرنا ضروری ہے اور اس کی کیا حکمت ہے؟

ج: ہاں! عورتوں کے لیے پردہ کرنا شرعاً لازم ہے۔ حدیث شریف میں ہے المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشیطان۔ عورت ستر (چھپانے کی چیز) ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے۔

اور جہاں تک اس کی حکمت کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ فتنہ و فساد کا سد باب ہے۔

س: گھر میں اگر تنہا نماز پڑھے تو اقامت کہے یا نہیں؟

ج: گھر میں منفرد کے لیے محلہ کی اقامت کافی ہے پھر بھی اگر کہہ لے تو بہتر ہے۔

س: کیا نکاح پڑھانے کی اجرت لینا شرعاً درست ہے؟

ج: ہاں! اجرت لے سکتے ہیں۔

س: ایک شخص کار کا میکنک ہے اس کے پاس موٹر ٹھیک کرنے کے لیے بہت سے اوزار ہیں، جن کی قیمت نصاب سے زائد ہے ان آلات پر زکوٰۃ ہوگی؟

ج: نہیں! مذکورہ اوزار پر اگرچہ ان کی قیمت نصاب کو پہونچ جائے زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

س: زید جس آفس میں کام کرتا ہے وہاں ہر ماہ کام کرنے والے پیسے جمع کرتے ہیں اور ان پیسوں سے شراب آتی ہے اور مل کر پیتے ہیں، اس میں افسران بھی شرکت کرتے ہیں، ایسی صورت میں زید کیا کرے جبکہ اندیشہ ہے کہ پیسہ نہ دینے کی شکل میں یہ لوگ دوسرے طریقہ سے پریشان کریں گے؟

ج: محض اندیشہ کی وجہ سے زید کا یہ عمل درست نہیں ہے وہ پیسہ جمع نہ کرے اور نہ ایسے امور میں شریک ہو، ہاں اگر پیسہ جبراً لیا جاتا ہے اور اس سے شراب پی جاتی ہے تو اس کا گناہ زید کے سر نہ ہوگا۔

س: ایک شخص اللہ اکبر کی با کو بڑھا کر پڑھتا ہے اور نماز کی تمام تکبیرات انتقالی میں اس کا یہی طریقہ ہے تو ایسی صورت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

ج: مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اکبر کی با اور را کے درمیان الف زیادہ کر کے "اکبار" پڑھے گا تو تکبیر تحریمہ صحیح نہ ہوگی اور نماز میں داخل نہ ہوگا اور اگر تکبیر تحریمہ صحیح ادا کی مگر بعد کی تکبیرات میں مذکورہ طریقہ سے الف کا اضافہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

س: بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ نماز میں اپنا ہاتھ داڑھی پر پھیرتے رہتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

ج: مذکورہ عادت سے احتراز کرنا چاہیے اس طرح بار بار داڑھی پر ہاتھ پھیرنے سے نماز مکروہ ہو جائے گی۔ (باقی صـ۶ پر)

بقیہ: خواب تھا خیال تھا

میرے گرد بہت سی لڑکیاں حیرت زدہ مجھے دیکھ رہی تھیں میں نے اپنے تو اس کو یکجا کیا اور زیر لب یہ دعا کی، خداوندا تیرا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے، میرے وجود کا ایک ایک ذرہ تیرے احسان سے گراں بار اور سراپا شکر و امتنان ہے تو نے مجھے عمل کرنے کا ایک اور موقع دیا، اپنے پرہیزگار بندے بننے کی ایک فرصت اور عطا کی اللهم لک الحمد والشکر

بقیہ: درس حدیث

"مسلمان مسلمان کے لیے عمارت کی طرح ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو جوڑتا ہے"

کا یہی مطلب تھا جس کی ایک جھلک اس واقعہ میں نظر آئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوی تربیت کے ثمرات تھوڑی سی مدت میں اس معیار و منزل کو پہنچ گئے کہ مسلمان باہمی اتحاد و محبت اور ایثار و قربانی کے اس بلند معیار کو پہنچ گئے کہ ہر ایک دوسرے کو اپنے سے زیادہ مستحق سمجھنے لگا اس لیے کہ وہ سب کے سب ایک جسم کی طرح بن گئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر جو مثال بیان فرمائی اوپر کا واقعہ اس کی روشن مثال پیش کرتا ہے، اس تشبیہ کا مقصد باہم اتحاد اور ایک دوسرے کی فکر و دیکھ بھال تھی۔

حدیث سے فقہی استنباط

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل میں کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے مثال دے کر سمجھایا اس بات کا جواز نکلتا ہے کہ (تشبیک بین الاصابع) یعنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا جائز ہے خواہ مسجد کے اندر ہو یا کسی اور جگہ، اس لیے کہ حدیث مذکور میں مطلقاً تشبیک کا لفظ آیا ہے کوئی قید نہیں ہے مگر مسجد کے اندر اور نماز کی حالت میں تشبیک بین الاصابع کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، علامہ ابراہیم نخعیؒ نماز کے اندر اس کو مکروہ کہتے ہیں امام مالک کا بھی یہی قول ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے عاصمؒ اور حضرت حسن بصریؒ نے اس کی رخصت دی ہے۔

کئی حدیثوں میں اس کی ممانعت مذکور ہے حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نقل فرمایا ہے، فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے گھر میں وضو کرے پھر مسجد آئے تو جب تک گھر نہ واپس ہو نماز ہی میں ہوتا ہے لہٰذا ایسا نہ کرے اور اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے عمل کر کے دکھایا کہ ایسا نہ کرے" حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور شیخین کے معیار پر ہے اس کی ممانعت ایک اور حدیث میں بھی منقول ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز میں کھڑے ہو تو ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل نہ کرو کہ ایسا کرنا شیطان کا کام ہے اور تم جب تک مسجد سے باہر نہیں نکلتے ہو نماز ہی میں ہوتے ہو (یعنی نماز پڑھنے کا ثواب ملتا رہتا ہے)۔

ابن منذرؒ کہتے ہیں کہ ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں آپ کا منع کرنا اس بنیاد پر ہے کہ بلاوجہ محض تفریحاً ایسا کرنا چاہیے اور حدیث میں جس تشبیک کا ذکر ہے اس کا مقصد مثال دے کر پوری تصویر کشی کر کے سمجھانا تھا۔

موجودہ حالات سے حدیث کی تطبیق

۱۔ تمام مسلمان باہم مل جل کر محبت و اخوت کے ساتھ رہیں۔

۲۔ مسلمان اپنے بھائی کے حقوق کا خیال رکھے یعنی مریض کی عیادت کرے جنازہ کے ساتھ جائے، چھینکنے والے کی چھینک پر یرحمک اللہ کہے، سلام کا جواب دے، مظلوم کی مدد کرے، دعوت قبول کرے، اپنے بھائی کی قسم پوری کرے۔

۳۔ حدیث، حضور صلی اللہ علیہ کے ارشاد کی وضاحت کرتی ہے کہ تم مومن کامل اس وقت تک نہیں ہو سکتے ہو جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی نہ پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔

حاصل یہ ہے کہ دنیا کے مسلمانوں کے مسائل سے دلچسپی لینا اور ان کی مشکلات میں مثبت حصہ لینا ان کی خوشیوں میں شریک ہونا ہی معنی ہیں بنیان مرصوص کے، ان چیزوں میں کوتاہی اور کمی اخوت کی کمزوری ہے۔

۱۔ حجرات ۱۰ ۔ ۲۔ حجرات ۱۳ ۔ ۳۔ متفق علیہ
۴۔ انفال ۔ ۶۵ ۔ ۵۔ متفق علیہ

دعائے مغفرت

مدرسہ مفید الاسلام کھام گاؤں ضلع بلڈانہ (شاخ ندوۃ العلماء) کے ناظم الحاج محمد ضیاء الحق صاحب کا مورخہ ۱۶ نومبر ۹۲ء کو انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قارئین تعمیر حیات سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

ندوہ کے شب و روز

محمد طارق

شیخ عبدالفتاح ابو غدہ کی آمد

دارالعلوم کی مبارک فضاؤں اور اس کے ناظم کی پرکشش شخصیت کا فیض ہے کہ طلباء ندوہ کو عالم اسلام کی عظیم شخصیتوں سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہتا ہے، رابطہ ادب اسلامی کے جلسہ میں (جس کی تفصیلی رپورٹ گذشتہ شمارہ میں آچکی ہے) جن معزز ہستیوں نے شرکت کی ان میں شام کے مشہور بزرگ محدث جناب عبدالفتاح ابو غدہ صاحب جو عرصہ سے سعودیہ عربیہ میں مقیم ہیں، کی شخصیت سرفہرست ہے، کانفرنس کے اختتام کے بعد بھی کئی دنوں تک موصوف کا ندوہ میں قیام رہا، دوران قیام آپ نے متعدد موقعوں پر طلباء کو خطاب فرمایا، جن میں اپنی زندگی کے بیش قیمت تجربات دلچسپ واقعات، طلب علم کی فضیلت اور اس کے آداب اور اس کے علاوہ دیگر قیمتی و کارآمد نصیحتوں سے طلبا کو نوازا اس موقع سے فائدہ اٹھا کر مسجد دارالعلوم میں ایک مجلس حدیث کا اہتمام کیا گیا، وہ وقت طلبا کے لیے نہایت ہی مسرت کا تھا، معزز اساتذہ کرام بھی شریک تھے مسند درس پر شیخ کی نورانی و باوقار شخصیت متمکن تھی طلباء بھی بڑی تعداد میں شریک تھے، حضرت مولانا بھی تشریف فرما تھے جس سے مجلس کے حسن میں چار چاند لگ گئے، فضا خوشبوؤں سے معطر تھی، غرض ایک پرکیف اور نورانی سماں بندھا ہوا تھا، استاذ حدیث مولانا سلمان صاحب عبارت پڑھ رہے تھے اور سامعین پر سکینت کی کیفیت طاری تھی، کچھ دیر کے لیے ایسا لگ رہا تھا کہ حضورؐ کی مجلس میں پہونچ کر براہ راست آپؐ کے ارشادات سن رہے ہوں، شیخ نے کتب صحاح ستہ کے تعارف و اہمیت پر ایک مختصر و جامع تقریر فرمائی، جس سے ان کے تبحر علمی اور وسیع معلومات کا اندازہ ہو رہا تھا آخر میں شیخ نے حاضرین کو روایت حدیث کی اجازت بھی مرحمت فرمائی، غرض اس طرح یہ مجلس ایک پربہار ماحول میں اپنے اختتام کو پہونچی۔

مغرب بعد مسجد میں شیخ کا الوداعی محاضرہ ہوا، اور دوسرے دن اہل ندوہ کے دلوں میں اپنی یادیں چھوڑ کر واپس تشریف لے گئے۔

تعزیتی جلسہ

۷ جمادی الثانی بروز جمعرات بعد نماز عصر مسجد میں ایک تعزیتی جلسہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ جناب مسیح اللہ خاں صاحب کی وفات پر ہوا، حضرت مولانا مدظلہ اور مولانا برہان الدین صاحب نے خطاب فرمایا، جس میں مرحوم کے اوصاف و کمالات بیان کیے گئے اور ان کی خدمات کو سراہا گیا، حضرت مولانا کی دعا پر اس کا اختتام ہوا۔

نعت پاک

سید محمد ایوب ساقی بستوی

بیاں ہو نعت نبی یہ زباں میں تاب نہیں
جہاں میں سرور عالم ترا جواب نہیں

ہوئے ہیں لاکھوں نبوت کے آفتاب مگر
کوئی بھی تیرے مقابل میں آفتاب نہیں

خدا سے بندوں کو تو نے ہی روشناس کیا
وہ سیدھی راہ ملی جس میں کچھ سراب نہیں

ترے کرم نے درندوں کو کر دیا انساں
تری عنایتیں اتنی ہیں کہ حساب نہیں

اٹھا کے پردہ کہا حق نے یہ شب معراج
مرے حبیب یہاں تجھ سے کچھ حجاب نہیں

جسے بھی حسن عقیدت نہ ہو محمدؐ سے
نہیں نہیں وہ زمانے میں کامیاب نہیں

شراب عشق محمدؐ مجھے پلا ساقیؔ
جو تیرے ظرف میں ہے وہ کوئی شراب نہیں